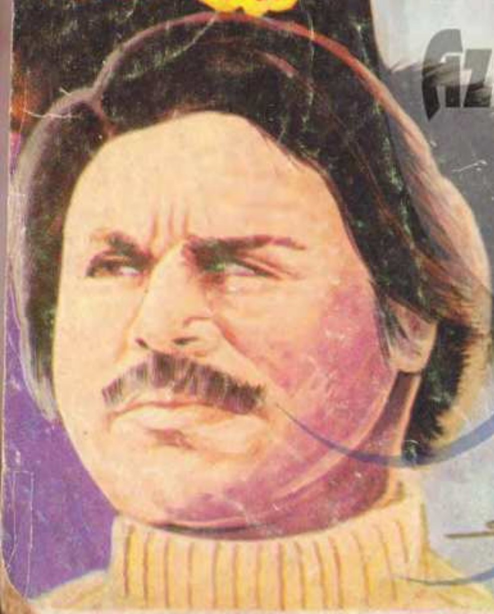
عمران سیریز

مظہر کلیم

کیرا شولا



shams

عمران سیریز

کیرا شولڈ

اظہر کلیم

روبی پبلیکیشنز

راجپوت مارکیٹ، اردو بازار لاہور ۲

ناشر محمد شاہجہان

پرنٹر گل حسن

قیمت -/۷ روپے

آرٹسٹ شمس



عمران دی ایکسٹو سیریز

سپر اشولا

از مظہر کلیم ایم اے

روبی پبلی کیشنز
راجپوت مارکیٹ
اردو بازار
لاہور ۲

ایف ایس سی کرنے کے بعد حاتم علی نے نواب ہاشم رضا کو صاف جوا[illegible]
دے دیا کہ اب وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکے گا۔

نواب صاحب نے جوان اور اکلوتے فرزند کے منہ سے یہ سنا[illegible]
رہ گئے۔

ان کی خاموشی نے حاتم کے دل پر گہرا اثر کیا لیکن اس نے دو[illegible]
کو گرم دیکھ کر اپنی مرضی کے مطابق موڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

دیکھئے ناں ڈیڈی ——— آخر مجھے کس چیز کی کمی ہے ؟

وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم نے ملڑی جوائن کرنے کا جو فیصلہ کیا[illegible]
اس کے سراسر خلاف ہیں۔

کیوں ڈیڈی — ؟

[illegible] خاندانی وقار کے منافی سمجھتے ہیں۔ نواب [illegible]

کے جواب سے حاتم کا دل بیٹھنے لگا۔

قوم و ملک کی خدمت کرنے سے خاندانی وقار پر کچھ اثر نہیں پڑتا ڈیڈی بلکہ خاندانی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

بے کار بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔!

نواب صاحب چٹان کی طرح مضبوط لہجے میں غرائے۔

ڈیڈی۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں کہ ——

بس — جاؤ لیکن یاد رہے —— خاندانی وقار کے برقرار رکھنے کے لئے اگر ہمیں تمہاری قربانی بھی دینی پڑی تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

دیکھئے ڈیڈی —— حاتم نے انتہائی سنجیدگی سے اپنا قطعی فیصلہ سنادیا
میں ملازمت انسانیت کی خدمت کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس
عبادت سے روک کر آپ خود کو گناہگار نہیں کریں گے۔

وہ یہ کہہ کر اٹھ آیا تھا اور اس دن سے اس کا اور نواب صاحب کا آمنا سامنا نہیں ہو سکا۔

جاگیر کے بعض دوسرے بزرگوں نے بھی سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

آخر ایک دن اسے سلیکشن لیٹر مل گیا۔

حاتم علی نے رخت سفر باندھا اور آخری مرتبہ نواب صاحب کے سامنے پہنچا اس کے دائیں ہاتھ میں اٹیچی دیکھ کر نواب صاحب کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ بیٹا رخصت ہونے آیا ہے۔

انہوں نے خاموشی سے حاتم کی طرف دیکھا اور بمشکل خود کو لاپرواہ ظاہر
کرتے ہوئے بولا۔
جاؤ ——— میں تمہاری راہ میں حارج نہیں ہوں گا ——— مجھے امید ہے
جب کبھی تم واپس آؤ گے تمہارے چہرے پر ناکامی اور پشیمانی کا پسینہ ضرور ہو گا
حاتم کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ لیکن جلد ہی اسے محسوس ہو گیا کہ جاگیردارانہ
بنیاد پر کھڑی ہوئی مرمریں عمارت میں پیدا محبت دیواروں سے سر ٹکرا کر ہلکان
کر دینے ہی والی ہے۔
اس نے خاموشی سے نواب صاحب کو ایک لمحے کے لئے بغور دیکھا جیسے ان کی
تصویر اپنے دل پر نقش کر رہا ہو۔
دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے میں گڑ گئیں۔
چند ثانیوں بعد حاتم اسی حالت میں جھک گیا۔ اس نے اٹیچی اٹھا لیا ———
نواب صاحب دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ دروازہ سے باہر نکل گیا۔
اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔
لیکن ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ۔
اسے اپنا دراز قد کچھ اور لمبا محسوس ہو رہا تھا۔
جاگیر کے اسٹیشن پر اس نے دیکھا اس کے بہت سے دوست موجود تھے
دوستوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا ——— ہر ایک دفتر شکایات کھول
کر بیٹھ گیا کہ اسے جانے کی اطلاع کیوں نہیں دی۔
حاتم نے بڑی سنجیدگی سے انہیں یقین دلایا چونکہ انتظام ذرا غلط تھا

اس لئے وہ انہیں مطلع نہیں کر سکا۔
دوست اس کی زندہ دلی کے تو پہلے سے ہی قائل تھے اس وقت اس کے اندازِ گفتگو سے اور بھی محظوظ ہوئے۔
حاتم نے سگریٹ سلگا لیا اور دھیرے دھیرے کش لگاتا ہوا گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔

پندرہ منٹ بعد گاڑی آئی اس نے سامان فرسٹ کلاس کے ایک ڈبے میں رکھ دیا ـــــ حاتم نے سگریٹ کا گہرا کش لگایا اور ڈھیر سا دھواں اُڑا دیا عین اسی وقت گاڑی ہولے ہولے سرکنے لگی۔
حاتم نے دروازے میں کھڑے ہو کر دوستوں کے لئے الوداعی ہاتھ ہلایا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

کمپارٹمنٹ میں حاتم کے علاوہ تین مسافر تھے۔

ایک موٹا تازہ سیٹھ تھا جس کے برابر میں ایک نوعمر خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ایک بار موٹے سیٹھ کو ڈیڈی کہکر پکار چکی تھی۔ اس لئے حاتم کو یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ اس کی بیٹی رہی ہے۔

ایک شخص اور تھا —— یہ شخص اوپر والی برتھ پہ چادر اوڑھے سو رہا تھا —— نہ جانے کون تھا —— ؟

حاتم نے نیا سگریٹ سلگا کر ایک طویل کش لیا۔

نوعمر لڑکی جو غالباً خاصی بور ہو رہی تھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی لیکن حاتم نے توجہ تک نہ دی —— لڑکی کا منہ بن گیا۔

موٹے سیٹھ نے یہ دیکھا تو ہنس دیا اور حاتم سے مخاطب ہو کر بولا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں صاحبزادے —؟

دارالحکومت —— ! حاتم نے مختصر سا جواب دیا اور اٹھ کر سیلپنگ سوٹ

نکال کر ٹائلٹ میں گھس گیا۔ دونوں باپ بیٹی سمجھ گئے کہ کم سخن آدمی ہے۔ لہٰذا وہ بھی خاموش ہو گئے۔

رات ہو رہی تھی۔ حاتم اپنی برتھ پر لیٹا اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے ڈبے میں کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی۔

اس نے سانس روک لی اور غور سے سننے لگا۔

خاموشی سے جو کچھ پاس ہے میرے حوالے کر دو۔ اندھیرے میں کسی کی غراہٹ سنائی دی۔ حاتم نے دھیرے سے کروٹ بدلی اور نیچے دیکھا۔

رحم کرو —— رحم کرو مجھ پر —— ایک اور آواز سنائی دی۔

چٹ —— حاتم نے کمپارٹمنٹ میں روشنی کر دی۔

موٹا سیٹھ اپنے دونوں ہاتھ جوڑے ڈر سے خوف کے کپکپا رہا تھا جیسے شدید سردی سے ٹھٹھر رہا ہو۔

اس کے سامنے ایک تنومند۔ خوفناک آنکھوں والا نقاب پوش شخص ریوالور ہاتھ میں لئے کھڑا تھا —— روشنی ہوتے ہی وہ تڑپ کر سامنے والی سیٹ کے قریب پہنچا۔

اب ریوالور کا رُخ حاتم کی طرف تھا۔

خاموشی سے نیچے اتر آؤ —— نقاب پوش نے ریوالور والا ہاتھ ہلا کر کہا۔

حاتم نے ایک نظر اوپر والی برتھ کی طرف دیکھا جہاں ایک شخص چادر اوڑھے سو رہا تھا —— برتھ خالی تھی۔ حاتم کے پتلے پتلے ہونٹ مسکراہٹ سے پھیل گئے۔

وہ سمجھ گیا کہ یہ ڈاکو شروع سفر سے اسی طرح چادر اوڑھے سوتا رہا اور اب موقع دیکھ کر واردات کر رہا ہے۔

چلو نیچے اترآؤ ـــــ اس مرتبہ اس کی غراہٹ میں حد درجہ درندگی تھی۔

حاتم نے کمبل اپنے اوپر سے ہٹایا۔ ایک نظر سیٹھ کی طرف دیکھا جو بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کی نوعمر لڑکی گہری نیند سو رہی تھی۔ حاتم کو حیرت ہوئی کہ وہ کیونکر سو رہی ہے جبکہ ڈبے میں اب خاصی گڑبڑ ہو رہی تھی۔ اس نے کمبل الگ کر دیا۔

ایک ہاتھ سے برتھ کی زنجیر کو پکڑا اور پھر بجلی کی طرح تڑپ کر سیدھا نقاب پوش کی طرف کود گیا۔ دھائیں دھائیں۔ ڈاکو نے بے دریغ گولی چلا دی۔

موٹے سیٹھ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے ایک دلخراش کراہ سن کر آنکھیں کھول دیں اور پھر اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

حاتم اور ڈاکو دونوں لپٹے ہوئے تھے ـــ حاتم ڈاکو پر بے تحاشا گھونسے برسا رہا تھا۔ ریوالور فرش پر پڑا ہوا تھا ـــــ اچانک ڈاکو نے حاتم کی چڈھ میں اپنا گھٹنا مارا۔

حاتم الٹ کر سیٹوں کے درمیان گرا۔ ڈاکو پھرتی سے اٹھ گیا اور ریوالور اٹھانے کے لئے جھکا۔ لیکن اس کے منہ پر ایک زوردار لات پڑی اور وہ ڈگمگاتا ہوا واپس پلٹ گیا۔

اس سے قبل کہ وہ سنبھلتا حاتم نے ایک جچا تلا ہاتھ اس کی ناک پر جما دیا۔

ہاتھ خاصا زوردار تھا۔ نقاب پوش کے منہ سے نقاب ہٹ گئی۔

موٹے سیٹھ نے دیکھا کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

خون کی دھار بہہ بہہ کر اس کے ہونٹوں تک پہنچنے لگی۔ حاتم نے دیکھا وہ بہت خوفناک آدمی تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے حاتم چونک اٹھا۔

بہرام ڈاکو ـــــ تم بہرام ہو ـــــ حاتم نے غرا کر پوچھا۔

ڈاکو کا نام سن کر موٹا سیٹھ زور سے چیخ اٹھا اور پھر شاید وہ بیہوش ہو گیا۔

حاتم نے ایک نظر سیٹھ کی طرف دیکھا۔ بس اسی لمحے بہرام نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

بہرام اسے رگیدتا ہوا کمپارٹمنٹ کے دروازے تک لے گیا۔

ریل اپنی پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی ـــــ باہر گہری تاریکی تھی اور اس کمپارٹمنٹ میں وہ دونوں درندوں کی طرح ایک دوسرے پر پل پڑے تھے۔

دفعتاً حاتم کی دائیں پسلی میں بہرام کا مکہ پڑا۔ حاتم کے سنبھلتے سنبھلتے بہرام نے دو چار ہاتھ اور جما دیئے۔ حاتم تڑپ کر پلٹا اور پھر بہرام کی کنپٹیوں پر پے در پے قیامت ٹوٹ پڑی۔

بہرام دروازے سے لگ کر ہانپنے لگا۔ حاتم بھی اپنی سانسیں درست کرنے لگا۔ لیکن اس کی نگاہیں بہرام پر جمی ہوئی تھیں۔ موٹا سیٹھ بدستور بیہوش تھا اور اس کی بیٹی بھی بے خبر سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔

ریوالور چونکہ حاتم کے قبضے میں تھا۔ اس لئے اس نے جب دیکھا کہ بہرام

اچانک گاڑی کو جھٹکا لگا اور اسکے پہیئے پٹڑی سے رگڑ کھانے لگے۔
شاید گاڑی رک رہی تھی ـــ کوئی اسٹیشن آ رہا تھا۔
بہرام نے گاڑی کو رکتے محسوس کیا تو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ عین اسی وقت حاتم نے اس کی ٹانگوں کا نشانہ لے کر فائر جھونک مارا۔
کریہہ الشکل ڈاکو نے ایک دلخراش چیخ ماری اور فرش پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔
اسی لمحے گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اور دروازہ کھولنے کے لئے کسی نے باہر سے ہینڈل گھمایا۔
حاتم نے دروازے کی چٹخنی گرا دی۔ اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔
ایک ضعیف العمر شخص نے ڈبے میں جھانکا اور پھر اس کے منہ سے خوفزدگی کی چیخ نکل گئی۔ اس کی چیخ سن کر پلیٹ فارم پر کہرام مچ گیا۔
اگرچہ اس وقت آدھی رات کا وقت تھا۔ لیکن دارالحکومت کے اسٹیشن پر مسافروں کی کمی نہ تھی۔ ہر کوئی ادھر لپکا۔
دو منٹ میں ڈبے کے سامنے ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ پولیس بھی آ گئی۔ پولیس کے انسپکٹر کی نگاہ جیسے ہی حاتم کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور پڑی اس نے اپنا ڈیوٹی اسپیشل نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔
ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا لو نوجوان اور خود کو قانون کے حوالے کر دو۔
حاتم علی نے مسکرا کر ریوالور فرش پر پھینک دیا اور بولا۔
اندر تشریف لائیے انسپکٹر صاحب ـــ بڑا اچھا انتظام ہے!
کس بات کا انتظام ـــ انسپکٹر جھونک میں پوچھ بیٹھا اور پھر جیسے ہی

اس کی نگاہ بہرام ڈاکو پر پڑی جو دروازے کی آڑ میں فرش پر پڑا تھا اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ واقعی بڑا اچھا انتظام ہے۔!

حاتم نے ایک قہقہہ لگایا۔ انسپکٹر کود کر اندر آگیا اور دوسرے ہی لمحے اس نے بہرام کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

نوجوان تم جانتے ہو تم نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔ حاتم مسکرایا۔

اور ساتھ ہی بیس ہزار کے مالک بھی بن گئے۔

اوہ شاید آپ کا اشارہ اس انعام کی طرف ہے جو حکومت نے اس کی گرفتاری کے لئے مقرر رکھا ہے ــــ حاتم نے چونک کر کہا۔

جی ہاں ــــ مجھے افسوس ہے پہلی نظر میں آپ کو غلط سمجھا۔ اور ہاں ارے ان دونوں کو کیا ہوا؟

انسپکٹر کی نظر موٹے سیٹھ اور اس کی بیٹی پر پڑی ــــ دونوں اس وقت بھی بیہوش تھے۔ انہیں جلد از جلد ہوش میں لایا گیا۔

موٹے سیٹھ نے ہکلا ہکلا کر ساری داستان پولیس کو سنائی اور پھر اس نے حاتم کی طرف مڑ کر اپنا تعارف کرایا۔

میں محمد حنیف ہمالیہ والا ہوں مسٹر۔ ہمالیہ بنک کا منیجنگ ڈائریکٹر!

اوہ ــــ آپ سے مل کر خوشی کا انتظام ہو گیا۔

جی ہاں جی ہاں ــــ ہمالیہ بنک کا انتظام بہت ہی اچھا ہے۔ یہ جونک میں کہہ کر ڈائریکٹر صاحب خود ہی جھینپ گئے۔ اور اپنی بیٹی کو بچکارنے لگے جو اس وقت

حاتم علی کے ملٹری ہیڈ کوارٹر پہنچنے سے پہلے ہی اس کے بہادرانہ کارنامے کی خبر وہاں پھیل چکی تھی۔ اس نے جب بریگیڈیئر منیر کے آفس پہنچ کر اپنا سلیکشن لیٹر ان کے سامنے رکھا تو وہ حیرت سے اچھل پڑے۔

ان کے سامنے ایک بہت ہی دبلا پتلا قدآور شخص کھڑا تھا جس کی کھال اس کی ہڈیوں سے چپکی ہوئی تھی۔

البتہ اس کا چہرہ قدرے بھرا بھرا سا تھا جس پر بڑی بڑی آنکھیں اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھیں۔ چہرے پر معصومیت کی دبیز تہہ تھی۔

آنکھوں سے ذہانت مترشح تھی۔

سٹ ڈاؤن لیوانے ـــــ کیا واقعی تم نے اس خطرناک ڈاکو کو گرفتار کروایا ہے۔

یس سر ـــ کیا آپ کو یقین نہیں آتا۔ حاتم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

بریگیڈیئر صاحب نے اس کی فائیل نکال کر سامنے رکھ لی۔ اور پھر جیسے جیسے وہ پڑھتے جا رہے تھے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

اوہ لیڈا ئے ۔۔۔ تم نے یہ سروس کیوں جوائن کی۔ تمہیں کس چیز کی کمی ہے ۔۔۔ کیا نواب صاحب ملازمت کے حق میں ہیں۔

نو سر ۔۔۔ میں یہ ملازمت صرف انسانیت کی خدمت کے لئے کی ہے۔

ویری گڈ ۔۔۔ بریگیڈیئر صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے اک طویل سانس لے کر ایک گہری نگاہ حاتم کا مشاہدہ کیا۔

میرا خیال ہے میں تمہارے لئے اجازت لے لوں ۔۔۔ تم ملٹری انٹیلیجنس کے لئے بے حد موزوں ہو ۔۔۔ کیا خیال ہے؟

یس سر ۔۔۔ یہ تو بڑا اچھا انتظام کریں گے آپ!

بریگیڈیئر میر اس کی بات پر بے تحاشہ ہنس دیئے، پھر انہوں نے کسی کے نمبر ڈائل کئے۔ اور سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگے۔

دوسری جانب کسی نے فون اٹینڈ کیا۔ بریگیڈیئر میر نے بات شروع کی اور پھر ایک طویل گفتگو کے بعد انہوں نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور مسکرا کر حاتم کی طرف دیکھنے لگے۔

گڈ لک بوائے ۔۔۔ جاؤ کرنل نیازی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

تھینک یو سر ۔۔۔ حاتم نے انہیں سیلوٹ کیا اور باہر نکل گیا۔

کرنل نیازی سے مل کر اسے معلوم ہوا کہ چودہ بیس دوسرے نوجوانوں کے ہمراہ ڈیڑھ سال کا ایک اسپیشل کورس کرنا پڑے گا۔ ملٹری انٹیلیجنس کے

کے ہر نوجوان کے فرائض کا آغاز اسی کورس سے ہوتا ہے۔

اور پھر انہوں نے حاتم علی کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

تم خوش قسمت ہو نوجوان کہ تمہارا سلیکشن آتے ہی ملٹری انٹیلیجنس میں ہو گیا جبکہ بیس بیس سال کی خدمت انجام دینے والے بعض دماغ ابھی تک یونہی گھسٹ رہے ہیں۔

حاتم نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو گیا۔

ڈیڑھ سال کی ٹریننگ کے بعد وہ دوسرے تمام نوجوانوں سے زیادہ پھرتیلا، قابلِ اعتماد اور ذہین ایجنٹ ثابت ہوا۔

اسے اتنے اچھے مارکس ملے تھے کہ اسے ڈائریکٹ کیپٹن کا عہدہ دے دیا گیا۔

اور پھر وہ دن آ پہنچا جس کا اسے ایک مدت سے انتظار تھا۔

ملٹری انٹیلیجنس کے چیف کے آفس میں اس کی طلبی ہوئی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک روشن جگہ ایک خالی کرسی پڑی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کرسی پر بیٹھ گیا۔

کیپٹن حاتم ——— ایک تحکمانہ آواز سنائی دی۔

یس سر ——— وہ مودب ہو کر بیٹھ گیا۔

تمہاری ذہانت اور کردار کی بہت سی داستانیں میں سن چکا ہوں مجھے خوشی ہے کہ تم جیسا ذہین ایجنٹ میری ماتحتی میں ہے۔

تھینک یو سر ——— لیکن ——— !

میں آج ایک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم انتہائی ذمہ داری سے اسے انجام دو گے۔

آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ جناب انشاء اللہ ہمیں —!

میرا خیال ہے تم کچھ کہنا چاہتے ہو —!

نہیں سر — بلکہ میں اس کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے بے چین ہوں جو آپ میرے سپرد کرنے والے ہیں۔ حاتم نے جلدی سے کہا۔

ہوں —— کمرے کے اس اندھیرے حصے سے آواز آئی جہاں اس کا چیف اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اور حاتم اس کی ایک بھی جھلک نہیں دیکھ پایا تھا۔

یہ ایک لفافہ ہے جس میں کام کی تفصیل موجود ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد لائن آف ایکشن تم خود طے کرو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم انتہائی خود اعتمادی سے اس کیس کو تنہا نپٹاؤ —!

میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا جناب —!

اب تم جا سکتے ہو —— اور ہاں تم مجھے رپورٹ باقاعدگی سے ساتھ دو گے —!

میں کوشش کروں گا۔

حاتم یہ کہہ کر سیٹ سے اٹھ کر باہر آ گیا —— اس وقت اس کا دل بڑی طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فوراً لفافہ میں موجود کیس کی تفصیلات پڑھ ڈالے لیکن باہر آ کر اس نے خود پر قابو پا لیا —!

اس نے دائیں بائیں دیکھا —— پوری راہداری خالی تھی، البتہ کچھ فاصلے

سے سر جھٹک کر ادھر مڑ گیا جہاں اسے کوئی کھڑا دکھائی دیا تھا۔!

قریب پہنچ کر اس نے دیکھا وہ کوئی میجر تھا۔ وردی میں ملبوس۔ خاصا جسیم

آدمی تھا۔ حاتم جیسے ہی اس کے قریب پہنچا وہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا

ہیلو کیپٹن ۔۔۔ مجھے زیدی کہتے ہیں۔ میجر مسکرایا۔

ہیلو سر ۔۔۔ کیا آپ کے پاس ماچس ہوگی۔ حاتم نے کہا۔ میں نے لگا ہوں سے

اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

اوہ یس کیپٹن وہائی ناٹ ۔۔۔ میجر نے جلدی سے اس کا سگریٹ سلگایا

اور بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ کیا میں آپ سے متعارف ہو سکتا ہوں۔

کیوں نہیں۔ میں کیپٹن حاتم علی ہوں۔ اوکے تھینک یو ۔۔۔ بائی۔ حاتم

مزید بات چیت سے بچنے کے لئے تیزی سے آگے نکل گیا۔

طویل راہداری میں حاتم کے وزنی بوٹوں کی کھٹ کھٹ سنائی دینے لگی۔ کار تک

جا کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ میجر زیدی اسی جانب دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں

ملیں اور زیدی تیزی سے مڑ کر ایک دفتر میں داخل ہو گیا۔

حاتم تیز تیز چلتا ہوا اپنے بنگلے میں پہنچ گیا۔ اندر آ کر اس نے بیڈ روم میں

روشنی کی اور دروازہ لاک کر کے لفافہ جیب سے نکالا۔

لفافہ خاصا وزنی تھا۔ حاتم نے اس کی سیل توڑ دی اور کاغذات کا ایک

پلندہ باہر نکال لیا۔

کاغذات بڑے سلیقے سے پن کئے ہوئے تھے۔ حاتم نے پڑھنا شروع

جا رہی تھی۔

دو گھنٹے اس نے مسلسل کاغذات کو بار بار پڑھنے میں صرف کر دیئے۔ جب وہ کاغذات کے مطالعہ سے فارغ ہوا تو اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا اور آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

یہ اس کا پہلا کیس تھا ——— پھر کیس بھی کوئی معمولی نہ تھا۔

فوج کے انتہائی خفیہ قسم کے راز نہ جانے کیسے دشمنوں پر ظاہر ہو رہے تھے، خفیہ دستاویزات کی نقول نہ جانے کس طرح غیر ملکی ایجنٹوں کے ہاتھوں میں پہنچ رہی تھیں۔

وہ کون تھا ——— ؟

جو کہ ملک اور قوم سے غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ اس غدار کا سراغ لگانا تھا ——— ؟ اور ایسے غداروں کا پتہ چلانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی جو اپنے بن کر گھر ہی میں موجود ہوں۔

ہوٹل ڈی فرانس میں تل دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی ۔ تمام میزیں پر ہو چکی تھیں ۔ حلقہ احباب اور دوسرے صاحب حیثیت لوگوں کے لئے انتظامیہ کو مجبوراً فالتو میزوں کا بندوبست کرنا پڑا ۔

ایک پرتگالی طائفہ اپنا پروگرام پیش کرنے والا تھا ۔

کئی دنوں سے اخبارات اور ریڈیو پر مسلسل پبلسٹی ہو رہی تھی ۔ شہر میں جگہ جگہ ہینڈ بل تقسیم کئے گئے اور دیواروں پر بڑے بڑے پوسٹر چسپاں کئے جا رہے تھے ۔

آج کا شو سب سے زیادہ اہم تھا ۔

خنجر زنی کا مظاہرہ اس شو کی خصوصی پیشکش تھی ۔ اس خصوصیت کا تذکرہ پبلسٹی میں بڑے زور و شور سے کیا گیا تھا ۔

نشانہ باز تھا کیراشولا — جو اندھیرے میں آواز پر خنجر پھینکتا تھا ۔

خنجر زنی کے مظاہرے کا وقت ابھی دور تھا۔

اسٹیج پر دو لڑکیاں رقصِ طاؤس پیش کر رہی تھیں۔ ہال میں تماشائیوں کی اکثریت دل تھامے رقاصاؤں کے جسمانی نشیب و فراز میں غوطہ زن تھی۔

پس منظر میں ساز دھیمے سروں میں بج رہا تھا۔

پندرہ منٹ بعد پردہ گر گیا تھا۔ پس پردہ موسیقی کی آواز تیز ہو گئی۔

حاتم علی اگلی رو کی ایک نشست پر بیٹھا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

اچانک اس کی نگاہ ایک عجیب و غریب پر پڑی۔ وہ سرخ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ جس کے نیچے سفید قمیض اور گلے میں گہرے نیلے رنگ کی ٹائی جھول رہی تھی۔

حاتم نے جھک کر دیکھا اس کی پتلون سبز کپڑے کی تھی۔ پہلی نگاہ میں وہ اسٹیج کا کوئی مسخرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن ذرا غور کرنے پر اس کے حسین چہرے پر معصومیت کی دبیز تہہ دکھائی دیتی تھی جس میں کہیں کہیں احمقانہ تاثرات بھی جھیل رہے تھے۔

وہ ٹیکنی کلر نوجوان اپنے جوتوں کو گھورنے میں مصروف تھا۔

حاتم کی نگاہیں اس کے بوٹوں پر پڑیں اور بے اختیار ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ احمق نوجوان کا ایک جوتا گرد و غبار سے لتھڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا جوتا پالش سے چمک رہا تھا۔

حاتم کا جی بے اختیار چاہا کہ اس نوجوان کے برابر والے شخص سے درخواست کر کے اس سے سیٹ بدل لے ـــــ وہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اٹھا ہی چاہتا

تھا کہ پردہ اٹھ گیا۔

پورا حال تالیوں سے گونج اٹھا۔

اسٹیج پر ایک متناسب قد و قامت کا آدمی کھڑا ہوا تھا۔

حاتم نے غور سے دیکھا وہ اٹھائیس سال کا خاصہ وجیہہ جوان تھا۔

اس نے جھک کر حاضرین کو تسلیم کیا۔ عین اسی وقت اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔

حاضرین کی خدمت میں کیرا شولا ہدیۂ سلام پیش کر رہا ہے۔

"کیرا شولا دنیا بھر میں وہ واحد شخص ہے جو اندھیرے میں آواز پر خنجر پھینکنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا"

لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ کیرا شولا نے ایک بار پھر جھک کر تعظیم کی ——— اناؤنسر اس کا تعارف کروا رہا تھا۔

کیرا شولا اب تک کئی ملکوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکا ہے۔

آج ہوٹل ڈی فرانس اپنے قارئین کے ذوق کی تکمیل کے لئے پیش کر رہا ہے ——— فنِ کیرا شولا"

کیرا شولا اب آہستہ آہستہ اس میز کی طرف جا رہا تھا جس پر کئی چمکدار خنجر ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔

اچانک ہال کی بتیاں گل ہو گئیں۔ صرف اسٹیج پر روشنی تھی۔

کیرا سولا میز کے قریب پہنچ گیا ——— اس نے دو خنجر اٹھا لئے۔ پہلے تو غور سے خنجروں کا جائزہ لیا ——— پھر دونوں خنجروں کی نوکیں اس نے چٹکی میں پکڑ لیں۔

دو ایک بار ہاتھوں کو باری باری حرکت دی اور پھر اس کی نگاہیں اسٹیج کے دوسرے کنارے کی طرف اٹھ گئیں۔

وہاں ایک تختہ تھا جس پر سات سفید رنگ کے ننھے منے چوہے لٹک رہے تھے۔ چوہوں کی ایک ٹانگ تختے میں لگی ہوئی میخوں سے دھاگے کے ذریعہ بندھی ہوئی تھی۔

تمام چوہے زندہ تھے اور بری طرح پھدک رہے تھے۔

ہر چوہے کے اوپر ایک نمبر لکھا ہوا تھا ــــ ہال میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔ اس قدر سکوت تھا کہ سوئی بھی گرنے کی آواز سنی جا سکتی تھی۔

اچانک اناؤنسر کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

معزز حاضرین ـ کیرا شولا پہلے چوہے کا نمبر پکارے گا پھر خنجر پھینکے گا۔ اس منظر میں لائٹ نہیں بجھائی جائے گی۔ آپ دیکھیں کہ خنجر کس برق رفتاری سے مطلوبہ چوہے میں پیوست ہوتا ہے قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ گزشتہ دس سالوں میں کیرا شولا کا ایک بھی نشانہ خطا نہیں گیا۔"

لوگوں نے ایک مرتبہ پھر تالیاں بجا کر جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ــ کیرا شولا نے ایک نظر حاضرین پر ڈالی اور چیخا ــــ نمبر سکس "۔

حاضرین کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ــــ وہ یہ دیکھ بھی نہ پائے کہ کب کیرا شولا کا ہاتھ اٹھا اور کب اس نے خنجر پھینک بھی دیا۔

ہر ایک نے بس ایک ہی بات دیکھی تھی کہ خنجر بجلی کی طرح چمکا اور

ننھے منے چوہے کی پشت میں ترازو ہو گیا تھا۔

لوگوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا خنجر واقعی نمبر سکس کے لئے جان لیوا ثابت ہوا تھا۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے اور پورا ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔ جب یہ شور ختم ہوا اور ہر طرف خاموشی چھا گئی تو اچانک سب لوگ چونک اٹھے۔ حاتم نے بھی گھوم کر دیکھا۔

ٹیکنی کلر نوجوان تنہا ہی تالیاں پیٹ رہا تھا۔

اچانک اس نے ہاتھ روک لیا اور پھر وہ یوں بغلیں جھانکنے لگا جیسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا ہو ——— اس پر دیکھنے والوں کے قہقہوں کا تانتا بندھ گیا۔

اناؤنسر نے حاضرین سے خاموش رہنے کی خواہش کی ——— عین اسی وقت کیرا شولا دوبارہ چیخا ——— نمبر تھری ——— اور لوگوں نے دیکھا تین نمبر چوہا تختے کے ساتھ چپک گیا تھا ——— خون کی ہلکی سی لکیر نیچے کی طرف بہہ رہی تھی۔

لوگوں نے ایک بار پھر تالیاں بجا بجا کر سارا ہال سر پہ اٹھا لیا۔

کیرا شولا نے یکے بعد دیگرے باقی نمبر بھی پکارے اور ان چوہوں کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلے دو کا ہو چکا تھا۔

مظاہرے کا پہلا حصہ ختم ہو گیا ——— ہال میں روشنی ہو گئی۔

حاتم نے جلدی سے دیکھا۔ ٹیکنی کلر احمق اس وقت بھی منہ پھاڑے اسٹیج

کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حاتم کے ہونٹوں پہ ایک بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ کیونکہ اسٹیج پہ اس وقت صرف پردہ لٹک رہا تھا اور کوئی بھی قابلِ دید شے نہیں تھی۔

پانچ منٹ تک پردہ گرا رہا اور پس پردہ تیز موسیقی کا دور شروع ہوگیا پورے ہال میں لوگ کیرا اشولا کے فن پہ بحث کر رہے تھے۔ اور اس طرح اس قدر شور ہو رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

پھر پردہ اٹھا اور اناؤنسر نے حاضرین سے خاموش رہنے کی درخواست کرنے کے بعد بتایا کہ اس مرتبہ تختہ تاریکی میں رہے گا۔ اور کیرا اشولا نمبر پکار پکار کر خنجر پھینکے گا ـــــــ اس سلسلے میں اناؤنسر نے لوگوں کو بتایا کہ کیرا اشولا کا دعویٰ ہے کہ اندھیرے میں آواز پہ نشانہ لگانے میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لوگ دم سادھے اسٹیج کی طرف دیکھنے لگے۔

اسٹیج پہ پہلے کی طرح ایک طرف سیاہ رنگ کا تختہ کھڑا تھا جس پہ سات سفید رنگ کے ننھے منے چوہے حسب سابق بندھے پھدک رہے تھے۔

کیرا اشولا اسٹیج کے دوسرے کنارے میز کے قریب کھڑا تھا جس پہ چمکدار خنجر پڑے ہوئے تھے ـــ!

لوگوں کے دیکھتے دیکھتے اسٹیج کا آدھا حصہ تاریک ہوگیا اور اس طرح چوہوں والا تختہ اندھیرے میں چھپ گیا تھا۔

کیرا اشولا نے پکارا ـــ نمبر چار ـــ اور اس کے بعد اس نے اپنے

نہ سے ایک عجیب سی سیٹی بجائی ـــــ اسٹیج کے اندھیرے حصے سے کئی چوہوں
کے چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں ۔

ر خنجر چمکتا ہوا دیکھا گیا ۔ اور اس کے فوراً بعد تختے پر لائٹ ہو گئی ۔
وگ مارے حیرت کے اپنی سیٹوں پر اچھل پڑے ۔ چار نمبر چوہا تختے پر بے دست
تھا ۔ اور [illegible] خنجر عین اسکی پیٹھ میں ترازو تھا ۔
اور [illegible] کے بعد یکدم لائٹ دوبارہ بجھ گئی ۔
پھر [illegible] نے وہی عجیب وغریب سیٹی بجائی اور تاریک حصے سے چوہوں کے
چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں ۔
نمبر ون ـــــ تھری ۔ سیون سکس ـــــ ٹو ـــــ فائیو ۔ کیراتشولا نے
ایک ساتھ چھ نمبر بولے اور خنجر چمکتا چلا گیا ـــــ اس ساری کارروائی میں
منٹ سے بھی کم وقت صرف ہوا ۔
اسٹیج اور ہال میں ایک ساتھ روشنی ہو گئی ـــــ لوگوں نے تالیاں
بجا بجا کر قیامت برپا کر دی ۔
تختے پر سات چوہے چپکے ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک کی پشت میں خنجر
لگا ہوا تھا ۔

اچانک حاتم علی نے چونک کر احمق کی طرف دیکھا ۔
احمق اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج کی طرف جا رہا تھا ۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو
اور تالیاں پیٹنے کی رفتار تیز تر ہو گئی ـــــ اکثریت یہ سمجھ رہی تھی کہ انتظامیہ
نے کسی مسخرے کو بھیج دیا ہے ۔

حاتم غور سے دیکھتا رہا۔

احمق نوجوان اچک کر اسٹیج پر پہنچ گیا ___ وہاں جا کر حاضرین کی طرف جھک کر تسلیم بجا لایا اور پھر گلا پھاڑ کر بولا۔

"معاف کیجیے میں انسداد بے رحمی حیوانات کے محکمے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا لیکن پھر بھی اس ظلم کے خلاف احتجاج کرتا ہوں کہ چند معصوم چوہوں کو باندھ کر ان کو ہلاک کیا جائے۔

لوگ اس تقریر کو سن کر خاموش ہو گئے اور گھور گھور اسے دیکھنے لگے۔

کیرا شولا مسکرا کر اس کی طرف بڑھا اس نے احمق کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

مجھے افسوس ہے اگر آپ کو میرے اس فن سے دکھ ہوا ہو تو ___!

دکھ ___ ارے کوئی فن ہوتا تو دکھ بھی نہ ہوتا۔

جی ___ کیرا شولا کے ہونٹ بھنچ گئے۔

یس مسٹر کرڈا چولا ___ احمق نے جھک کر کہا۔

عین اسی وقت اناؤنسر چیخ اٹھا ___ مسٹر آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں اس قسم کی گڑبڑ پھیلا کر آپ دوسروں کی تفریح کا ستیاناس کر رہے ہیں۔"

تم خود رکھو تشریف ___ ہاں نہیں تو ___ ارے تم لوگوں کو بیوقوف بناتے ہو ___ یہ کوئی فن ہے؟ احمق زور سے چیخا۔

اگر یہ فن نہیں تو آپ کیرا شولا سے بہتر فن کا مظاہرہ کیوں نہیں کرتے۔

اناؤنسر کی آواز میں طنز تھا۔

ٹھیک ہے میں اسے چیلنج کرتا ہوں ـــــ لیکن میری ایک شرط ہے۔

کیسی شرط ـــــ ؟ اس مرتبہ کیرا شولا خود بول اٹھا۔

یہی کہ تم آئندہ سفید جوہرن کو بامزہ کر قتل نہیں کرو گے۔!

بشرطیکہ آپ نے چیلنج جیت لیا۔ کیرا شولا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔



حاتم نے اپنا کوٹ ہینگر سے اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا
کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر وقت دیکھا۔ ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ وہ
آفیسرز کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔

کینٹین میں جا کر اس نے ایک کونے کی میز پر قبضہ جما لیا اور ویٹر کو کافی لانے
کی ہدایت کی۔ نیا سگریٹ سلگایا اور دھیرے دھیرے کش لگا کر نیم باز نگا ہو
سے چاروں طرف کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔

ویٹر کافی رکھ کر چلا گیا۔

کافی کی چسکیوں کے دوران حاتم علی اس غدار کے بارے میں سوچنے لگا۔ جو
اس کے ملک و قوم کی بنیادوں میں ایک شریر چوہے کی طرح گھسا بیٹھا تھا اور ہر د
اسے کھوکھلا کرنے میں مصروف تھا۔

اچانک اس کی نگاہ کینٹین کے دروازے کی طرف اٹھ گئی اور چونک اٹھ

دروازے میں ایک شخص کھڑا تھا۔ حاتم کی نگاہوں سے جیسے ہی اس کی نگاہ ملی اس نے گڑبڑا کر منھ پھیر لیا اور دروازے کے قریب پڑی ہوئی میز پر بیٹھ گیا۔ اس شخص کی پیٹھ حاتم کی طرف تھی۔ حاتم سوچنے لگا۔ یہ کون ہے اور اسے دیکھ کر کیوں چونکا ہے۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ویٹر برتن اٹھانے آگیا

حاتم نے ویٹر کا بل ادا کیا اور پلیٹ میں پانچ روپے کا ایک نوٹ بطور ٹپ ڈال کر پوچھا۔ دروازے کے قریب بیٹھا ہوا شخص کون ہے۔

ویٹر نے گھوم کر دیکھا — معلوم نہیں جناب — کبھی کبھار آتے ہیں اور منیجر زیدی صاحب کا انتظار کرتے ہیں —!

ہوں — کتنے عرصے سے دیکھ رہے ہو —!

تقریباً دو ماہ سے جناب —!

آج سے پہلے کب دیکھا تھا —؟

ابھی پرسوں ہی تو آئے تھے جناب!

ٹھیک ہے۔ کسی کو اس گفتگو کا پتہ نہ چلے۔ کافی اور لے آؤ — حاتم سخت لہجے میں بولا۔

بہت اچھا صاحب — ! ویٹر برتن لے کر واپس چلا گیا۔

حاتم سوچ میں پڑ گیا کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ زیدی ابھی تک نہیں آیا تھا — کچھ دیر غور و فکر کرنے کے بعد حاتم نے جیب سے ایک ننھی سی ڈبیہ نکال کر میز پر ڈال دی —

ڈبیہ کو کھول کر اس نے دو باریک باریک تاریں اندر رکھی ہوئی ایک چھوٹی

مشینری کے گرد لپیٹ دیں — عین اسی وقت ویٹر کافی لے کر آگیا۔
کافی کے برتن رکھنے کے بعد ویٹر جانے کے لئے مڑا تو حاتم نے اسے روکا۔
یہ لے جاؤ اور نظر بچا کر اس شخص کی میز کے نیچے ڈال دینا۔ احتیاط سے!
جی بہت اچھا — مگر یہ کیا چیز ہے جناب!
اپنے کام سے کام رکھو — حاتم نے سخت لہجے میں کہا — تمہیں اس کام کا معاوضہ ملے گا اور تم قوم کی خدمت بھی کرو گے۔ !
ویٹر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے وہ گول سا سکہ اٹھا لیا جو حاتم نے جیب سے نکال کر میز پر رکھ دیا تھا۔
حاتم نے کافی کا پانی پیالی میں انڈیلا اور کنکھیوں سے دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ شخص بیٹھا تھا — اچانک حاتم نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور یوں بن گیا جیسے بیٹھے بیٹھے اونگھ گیا ہو۔
دروازے میں میجر زیدی کھڑا ہال کا جائزہ لے رہا تھا۔
حاتم نے ایک آنکھ میں ہلکی سی جھری پیدا کر کے دیکھا۔
میجر زیدی کی نگاہ حاتم پر پڑی اور چونک اٹھا۔ لیکن حاتم کو اونگھتے دیکھ کر شاید مطمئن ہو گیا — حاتم نے جھری کو ذرا اور کشادہ کر لیا۔
زیدی اس شخص کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا — اور مسکراتا دکھائی دیا — عین اسی وقت ویٹر نے چائے کے برتن میز پر لگانے شروع کر دیئے۔
حاتم نے غور سے دیکھا ویٹر نے وہ گول سکہ پہلے سے زمین پر گرا دیا۔

ہلکی سی آواز ہوئی ۔۔۔ حاتم نے ڈبیہ کو اٹھا کر اپنے دائیں کان کے نیچے کالر میں اڑسا لیا۔

اتنی جلدی کیوں بلایا ہے میجر ۔۔۔ حاتم نے ہلکی سی آواز سنی

میں چاہتا ہوں کہ اب طریقہ کار بدل دیا جائے۔ زیدی کی آواز آئی

کیوں ۔۔۔ کیا کسی کو شبہ ہو گیا ہے ۔۔؟

نہیں ۔۔۔ لیکن اب اس کا باقاعدہ کیس تیار ہو چکا ہے اور ایک آدمی کو اس پہ معمور بھی کیا جا چکا ہے!

اوہ ۔۔۔ کون ہے وہ شخص ۔۔؟

کیپٹن حاتم علی ۔۔۔!

کوئی نیا ہے کیا ۔۔؟

ہاں ۔۔۔ ابھی کل ہی کیس اس کے سپرد کیا گیا ہے ۔۔!

ہوں ۔۔۔ میں باس کو مطلع کر دوں گا ۔۔ میرا خیال ہے اسے خرید لیا جائے ۔۔!

نہیں اس قسم کی آفر بھی مت کر بیٹھنا ۔۔ زیدی کی آواز آئی ۔

کیوں ۔۔؟

وہ ایک نواب کا اکلوتا بیٹا ہے ۔۔ جو شخص اتنی بڑی جاگیر چھوڑ کر اس معمولی سے عہدہ پہ فائز ہو سکتا ہے اسے کسی بھی قیمت پہ خریدا نہیں جا سکتا ۔

اوہ ۔۔۔ تو کیا اس کا قصہ پاک کر دیا جائے ۔

نن ۔ نہیں ۔۔ زیدی کی آواز میں عجلت تھی ۔۔ اس طرح یہ کیس سنگین ہو

جائے گا اور پھر شاید پورا سٹاف ہی بدل دیا جائے۔

ہوں تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟

میں چاہتا ہوں رقم کی ادائیگی اور نقول کے حاصل کرنے کا طریقہ بدل دیا جائے۔

اچھا میں باس سے گفتگو کرکے تمہیں آگاہ کردوں گا!

اور ہاں — اب تم بھی آئندہ یہاں مت آنا۔ یہ شخص مجھے بہت ہی خطرناک دکھائی دیتا ہے —— اس مرتبہ میجر زیدی کی آواز میں گھبراہٹ تھی!

اوہ اچھا —— اور ہاں یہ شخص کون ہے جو کارنر ٹیبل پر بیٹھا ہے۔

اجنبی شخص نے سوال کیا۔ حاتم نے آنکھیں موند لیں۔ کچھ دیر بعد زیدی کی آواز سنائی دی۔

یہی کیپٹن حاتم علی ہے!

ہوں۔ تبھی جب میں آیا تھا تو مجھے گھور رہا تھا۔

اچھا —— زیدی کی آواز گھبراہٹ سے لرز رہی تھی — میرا خیال ہے اس وقت وہ اونگھ رہا ہے۔ تم چلے جاؤ اور کسی وقت مجھے طریقہ کار متعین کرکے بتا دینا۔

او کے —— اچھا بائی ——!

حاتم نے آنکھوں میں دوبارہ جھری پیدا کرکے دیکھا۔ وہ شخص باہر جا رہا تھا۔

میجر زیدی اپنی جگہ بیٹھا رہا —

اب وہ حاتم کی طرف دیکھ رہا تھا — !

حاتم نے ایک انگڑائی لی اور آنکھیں کھول کر سیدھا ہو بیٹھا — پھر اس نے سرسری نگاہ سے زیدی کی طرف دیکھا — زیدی مسکرا دیا لیکن حاتم نے اس کی مسکراہٹ کی پذیرائی نہیں کی —

میجر زیدی جھینپ گیا — حاتم اپنی سیٹ سے اٹھا اور دھیرے دھیرے چلتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا ۔

کاؤنٹر پر دوسری کافی کا بل ادا کیا ۔ اب اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا ۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب والی میز کے پاس پہنچا —

میجر زیدی نے اٹھ کر اسے ہیلو کہا —

حاتم ٹھٹھک کر رک گیا —

اوہ ہیلو سر — ہاؤ ڈو یو ڈو — ! حاتم نے قدرے مسکرا کر جواب دیا ۔

انداز ایسا تھا جیسے اس نے زیدی کو اسی وقت دیکھا ہو —

ہاؤ ڈو یو ڈو — زیدی نے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیا ۔ جسے حاتم نے نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا — کیپٹن چائے کا ایک دور کیسا رہے گا ۔

تھینک یو سر — دراصل میں بہت دیر سے یہاں بیٹھا ہوں ۔ اب کچھ اسٹڈی کا موڈ ہو رہا ہے ۔ ویسے آپ کے ساتھ یونہی بیٹھ جاتا ہوں ۔

حاتم میجر کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا — اور اس کا پاؤں دھیرے دھیرے اس گول سکّے کی طرف بڑھنے لگا ۔ جو میز کے نیچے پڑا ہوا تھا ۔

وہ چاروں سر جھکائے کھڑے تھے اور سیاہ پوش غصے میں پاگل کتے کی طرح بھونک رہا تھا ــــ اچانک اس کا دایاں ہاتھ اٹھا اور زناٹے کے ساتھ ایک موٹے سے آدمی کے منہ پر پڑا ـــــ میں پوچھتا ہوں وہ تم چاروں کی زد سے کیسے نکل گیا ۔

ہمیں ایک اور موقع دو باس ــــ اس مرتبہ ہم ضرور تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔

تھپڑ کھانے والا اپنے پھٹے ہوئے ہونٹ کو چوستے ہوئے گھگھیایا۔

لیکن یاد رکھنا اس مرتبہ ناکامی کا نام لیا تو مار مار کے کھال گرا دوں گا ۔ سیاہ پوش غرایا ۔

ٹھیک ہے باس ــــ اس مرتبہ وہ بچ کر نہیں جا سکتا ۔ موٹا آدمی جلدی سے بولا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا ۔

باقی تین آدمیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

باہر آکر چاروں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر موٹا آدمی تلملا کر بولا یار سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے ہمارا کیا تعلق ہے۔

میرا خیال ہے باس کیرا شولا سے خوفزدہ ہے)

ہنہ ــــ کیرا شولا۔ موٹا غرایا۔ میرا جی تو چاہتا ہے جاکر اس کیرا شولا کا ہی قصہ پاک کر دوں۔

آخر کیرا شولا کی بے عزتی کا باس سے کیا تعلق ہے؟

معلوم نہیں یار۔ موٹا آدمی بیزاری سے بولا ــــ اور یہ احمق آدمی بھی سالانہ جانے' کونسی مٹی کا بنا ہوا ہے ــــ ابھی دیکھو تو سامنے بیٹھا ہے ابھی دیکھو تو غائب ــــ گدھے کا سینگ کہیں کا۔

ویسے ایک بات ہے اس نے کیرا شولا کی ساری اکڑ رخصت کر دی تھی۔

ہوا کیا تھا۔؟

کچھ نہیں یار ــــ دوسرا آدمی بھی جھلا گیا ــــ اب بتاؤ کہاں ڈھونڈیں اسے۔ اس کی تو میرا خیال ہے دو آنکھیں پیچھے بھی ہیں۔

اس مرتبہ دکھائی دیا تو شوٹ ہی کر دو۔ تیسرے نے مشورہ دیا۔

بیٹے وہ تو بلٹ پروف لگتا ہے۔ دیکھا نہیں تھا کیسے مسخروں کے سامنے ناچ رہا تھا۔ مجال ہے چہرہ پر ذرا سا بھی خوف رہا ہو۔

ارے تم آج ہی کا قصہ لے لو ــــ ہم نے اسے ویران سی گلی میں گھیر لیا تھا۔ لیکن نہ معلوم کہاں سے نکل گیا۔

آدمی ہے یا چھلاوا ۔

اور تم سالے موٹے خاں اپنا وزن کم کرو ۔ ٹکراتے وقت یہ تو دیکھ لیا ہوتا کہ سامنے مجھ سا دبلا پتلا آدمی ہے ۔ !

بکومت ۔ موٹا غرایا ۔ صرف یہ سوچو اسے کہاں ڈھونڈا جائے اور اگر دکھائی بھی پڑے تو کیسے قابو کریں گے ۔

دیکھا جائے گا یار ۔ چلو چلیں ۔

وہ سب باہر نکل آئے ۔ باہر ایک سیاہ رنگ کی دین کھڑی تھی ۔ وہ باری باری اس میں سوار ہو گئے اور دین تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گئی ۔

کئی سڑکوں کا طواف کرنے کے بعد اچانک ان میں سے ایک چیخ اٹھا ارے وہ رہا ۔ !

کہاں ۔ ؟ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا موٹا بے تابی سے بولا ۔

وہ سامنے اسٹور کے سامنے ۔

ہاں وہی ہے ۔ لیکن خیال ہے بڑے منظم طریقے سے ۔

تم فکر نہ کرو ۔ یہ بھی کیا یاد کرے گا ۔ گاڑی یہیں روک دو ۔ جلدی روکو ۔ ایک نے موٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔

کیوں کیا بات ہے ؟

دو آدمی یہاں اتر جائیں ۔ وہ اسے باتوں میں لگائیں ۔ میں پیچھے سے حملہ کر دوں گا ۔ تم گاڑی تیار رکھنا ۔ !

اوہ ۔ ویری گڈ ۔ موٹے نے پر تحسین نگاہوں سے اسے دیکھا اور

گاڑی روک دی۔ دو آدمی کود کر نیچے اتر گئے اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔
گاڑی سے اترنے والے دونوں شخص عمران کی طرف بڑھ گئے جو ایک اسٹور
کے سامنے کھڑا نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔
سیاہ وین آگے جا کر رک گئی ایک اور آدمی اتر کر اسٹور کی طرف بڑھا
موٹے آدمی نے وین اسٹارٹ کر کے گھمائی ——— اور تیزی سے اسٹور کے سامنے
لا کر کھڑی کر دی۔
وین سے اترنے والا آدمی جیسے ہی عمران کے پیچھے پہنچا اس نے ریوالور نکال
کر اس کی نال پکڑی۔ عین اسی وقت دونوں آدمی اس کی طرف لپکے۔!
السلام علیکم ——— ان میں سے ایک نے عمران کو عقبی آدمی سے بے خبر
رکھنے کے لئے زوردار آواز میں کہا ——— لیکن اب عمران کو کیا کہئے کہ اس نے
وعلیکم السلام کا نعرہ لگا کر سلام کرنے والے سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔
اور یوں گھوم گیا جیسے وہ آدمی پیچھے کھڑا ہو۔
اس وقت تک ریوالور والا شخص عمران کے قریب پہنچ کر اپنا ریوالور
بلند کر چکا تھا ——————— ادھر اس نے ریوالور کا دستہ گھمایا
اور ادھر عمران کے مصافحے کے لئے بڑھے ہوئے ہاتھ دستے سے ٹکرائے۔
اور پھر ریوالور والا شخص اس کی باہوں میں اٹھتا چلا گیا۔ آس پاس سے
گزرنے والے لوگوں نے دیکھا تو یہی سمجھا کہ دو دوست معانقہ کر رہے ہیں۔
لیکن جب عمران کی باہوں سے نکل کر وہ شخص اپنے دونوں ساتھیوں
پر گرا تو فٹ پاتھ پر کہرام مچ گیا۔!

موٹے آدمی نے وین کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھا تو فوراً ریوالور نکال کر
فائرنگ کی آواز سن کر لوگ جدھر منہ اٹھا ادھر ہی بھاگ اٹھے۔

موٹے نے دو ایک بار کوشش کی کسی طرح عمران اس کے ریوالور کی زد میں آ جائے لیکن بہت غور سے دیکھنے پر اسے یہ معلوم ہوا کہ عمران کا تو دور و نزدیک نام و نشان بھی نہیں ہے۔

اس کے تینوں ساتھی آپس میں ہی گتھے ہوئے تھے۔

موٹے نے چیخ چیخ کر انہیں آوازیں دیں اور ایک ہوائی فائر اور کر دیا۔
تینوں آدمی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

انہوں نے ایک مرتبہ عمران کو تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں لیکن انہیں مایوسی ہوئی

ادھر موٹا چیخ چیخ کر انہیں بلا رہا تھا ـــــ اور پھر انہوں نے بھی اس وقت فرار ہونے میں عافیت سمجھی۔

سب بھاگ کر فرنٹ سیٹ پر ہی بیٹھ گئے اور پھر تینوں میں سے ایک نے ریوالور نکال کر ہوائی فائر شروع کر دیئے۔ موٹے نے گاڑی گیئر میں ڈالی۔ اور تیز رفتاری سے آگے نکلتا چلا گیا۔

دور پیچھے پولیس کار کا سائرن سنائی دے رہا تھا۔

موٹے نے گاڑی کو ایک اندھیری سی سڑک پر موڑ لیا اور تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا رہا۔

سیاہ وین کئی چھوٹی چھوٹی سڑکوں پر چکر لگانے کے بعد مین روڈ پر نکل آئی۔

اس وقت وہ چاروں یوں خاموش تھے۔ جیسے کسی عزیز کو دفن کر کے واپس آ رہے ہوں۔ ہر ایک کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہی سیاہ وین ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے بالکل سامنے پہنچ گئی۔ جیسے ہی وین کلب کے قریب سے گزری ڈرائیونگ سیٹ کی عقبی کھڑکی اچانک کھل گئی۔

سب چونک کر پیچھے مڑے اور جیسے ہی ان کی نگاہ کھڑکی میں پڑی ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کھڑکی سے عمران کا حماقت مآب چہرہ جھانک رہا تھا۔

موٹے کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا۔ اگر اس نے جلدی سے گاڑی پر قابو نہ پا لیا ہوتا تو گاڑی سیدھی ٹپ ٹاپ میں گھس گئی ہوتی۔

بس دوستو۔۔۔ یہیں اتار دو۔۔۔ جیب خالی تھی اور یہاں تک آنا تھا سمجھ میں آیا کیا سوچ رہا تھا جو ہاں کھڑا۔

عمران نے ریوالور والا ہاتھ ہلا کر وین روکنے کا اشارہ کیا۔ وین رک گئی۔ وہ وین کے عقبی دروازے سے اتر گیا۔ اس سے قبل کہ ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی اتر کر عمران کو پکڑتا وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

میجر زیدی نے آفس ٹیبل کی درازیں مقفل کیں اور کیپ درست کرتا ہوا اٹھ گیا۔ مارے تھکن کے اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔

اس وقت اس کا جی چاہ رہا تھا کہ سیدھا گھر جائے اور آرام سے لمبی تان کر ایسا سوئے کہ صبح کی خبر لائے۔

تیز تیز چل کر وہ باہر نکلا ——— پوری راہداری ویران پڑی تھی۔ سارے دفتر بند ہو چکے تھے۔ ایک وہ کام کی زیادتی کے سبب اس وقت تک بیٹھا رہا تھا۔

راہداری طے کرنے کے بعد وہ اس راستے پر پیدل ہی ٹہلیا جو ان سرکاری بنگلوں کی طرف جاتا تھا۔ جن میں سے ایک میں اس کی رہائش تھی۔

یہ ایک پتھریلا راستہ تھا جس کے دونوں طرف سایہ دار درختوں اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔

میجر زیدی نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے اپنے پیچھے آہٹ سی

سوس ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ چونک کر پیچھے دیکھتا ایک ٹھنڈا سا گول سوراخ اس کی
ون سے چپک گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔!

مجھے تمہارے آنے کا یہ انداز بالکل پسند نہیں۔ زیدی غرّایا۔

جواباً ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھ گیا۔

آخر اس کا کیا مطلب سمجھوں — میں نے پروگرام تو آج ریش میں ڈال
دیا تھا۔ زیدی نے دوبارہ چلا کر کہا۔

پروگرام روانہ کرنے میں تم نے بہت دیر کر دی تھی۔ اس کے عقب سے
سی نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا

دیر ہی سہی — اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

بے وقوف آ ضمیر تم اب ہمارے لئے قطعاً بیکار ہو چکے ہو۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا — زیدی کی آواز لرز گئی۔

مطلب صاف ہے — تمہارا محکمہ تمہیں شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہے

بکواس — ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

کیوں نہیں ہو سکتا۔؟

اس لئے کہ میرا طریقہ کار ہی ایسا ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکتی۔

پھر بھی پروگرام تبدیل ہو گیا۔

پروگرام تبدیل ہو گیا۔ زیدی چونک کر رہ گیا۔ ناممکن اگر ایسا ہوتا تو مجھے
ضرور معلوم ہو جاتا۔

اسی لئے تو کہتا ہوں تم اب ہمارے لئے بالکل ناکارہ ہو چکے ہو

ریوالور بردار نے طنزیہ لہجے میں کہا ــــ بہر طور اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

لل ــ لیکن تم مجھے جان سے کیوں مارنا چاہتے ہو ــ ؟

اس لئے تم کسی بھی وقت ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہو۔

مگر میں ــــ میں تو تمہارا وفادار ہوں ۔

اونہہ وفادار ــــ وطن فروش کبھی کسی کا وفادار نہیں ہو سکتا ۔

لل ــ لیکن تم یہ تو سوچو میں نے یہ سب تم لوگوں کے لئے ہی کیا ہے ! مفت نہیں کیا ۔

زیدی کا حلق خشک ہو گیا ۔ اس نے سمجھ لیا کہ اب اس کا آخری وقت قریب ہے ۔ وہ آگے آکر ایک دم پلٹ پڑا لیکن ریوالور پر ہاتھ ڈالنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ ریوالور والے کا گھونسہ اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہو گیا ۔

عین اسی وقت ٹارچ کی روشنی اس پر پڑی ۔

اٹھ جاؤ زیدی اور خاموشی سے آگے چلتے رہو ــ ورنہ تمہارے جسم میں سینکڑوں سوراخ بنا دوں گا ــــ غراہٹ اس قدر سرد تھی کہ زیدی کانپ کر اٹھ گیا اور ہاتھ اٹھائے آگے بڑھ گیا ۔

مختلف راستوں سے گھومنے کے بعد جب ریوالور والے نے اس کی کمر پہ ریوالور کا دباؤ بڑھا کر آگے چلنے کا حکم دیا تو زیدی کا دل دھڑکنا بھول گیا ۔

وہ اس وقت کیپٹن حاتم علی کے بنگلے کے دروازے پہ کھڑا تھا ــــ

تم ـ تم ــــ کیپٹن حاتم علی ہو ــــ ؟

تمہیں نہیں آتا تو اندر چل کر روشنی میں دیکھ لو ۔ اس مرتبہ حاتم کی آواز دی ۔ اس نے ریوالور کا دباؤ بڑھا دیا ۔

زیدی اندر داخل ہو گیا ۔

حاتم نے اندر آکر ایک ہاتھ سے دروازہ بند کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے زیدی کو کور کیئے سیدھا بیڈ روم میں آگیا ۔

اندر روشنی ہو رہی تھی ـــــ بیڈ روم میں آکر زیدی نے ہاتھ گرا لیئے اور خونخوار نگاہوں سے حاتم کو گھورتا ہوا بولا ـــــ میں اس مذاق کا مطلب نہیں سمجھا ۔

سمجھ جاؤ گے ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے ۔

کیا مطلب ـــــ ؟

یہی کہ حاتم علی اسی قسم کے انتظامات کا اسپیشلسٹ ہے ۔

تم میرے خلاف کچھ ثابت نہیں کر سکتے ۔ زیدی چیخا ۔

ثابت کرنے کے لیئے مجھے انرجی برباد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے ـــــ تمہاری گفتگو کا یہ ٹیپ ہی کافی ہے ۔

حاتم نے ایک ننھا سا رول اسے دکھاتے ہوئے مزید کہا ۔ زیادہ شور نہ مچاؤ کیونکہ یہ بیڈ روم ساؤنڈ پروف ہے اور اگر زیادہ چلانے کا شوق چرا رہا ہے تو مجھے اجازت دو گھنٹہ بھر بعد آ جاؤں گا ۔

یہ ٹیپ میرے حوالے کر دو ـــــ اب زیدی حاتم کے ریوالور کو نظر انداز کیے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا ۔

تم جال میں پھنس چکے ہو۔ میجر۔ اب جلدی سے ان لوگوں کے بارے میں بھی بتا دو تا کہ لگے ہاتھوں ان کا بھی انتظام کر دوں۔

انتظام کے بچے ——— زیدی نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

اخاہ ——— تو تم انتظام دیکھنا ہی چاہتے ہو۔ حاتم نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ زیدی اپنی ہی جھونک میں دیوار سے جا ٹکرایا۔

حاتم اپنی جگہ بہت پہلے چھوڑ چکا تھا۔

زیدی دانت پیس کر واپس پلٹا ——— وہ خاصا بے جگرا اور طاقتور آدمی تھا۔ حاتم کے دبلے پتلے جسم کو بھلا کیسے خاطر میں لاتا لیکن اس کی غلط فہمی دو منٹوں ہی میں رفع ہو گئی۔

حاتم کے انتظامیہ گھونسے اس کے چہرے کا سارا انتظام خراب کر رہے تھے۔ زیدی نے اندھوں کی طرح ٹٹول کر اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے سے اپنا بایاں جبڑا سنبھالنے کی فکر پڑ گئی ——— لیکن ابھی وہ بائیں کے بارے میں متفکر تھا کہ دائیں جبڑے پر قیامت ٹوٹ پڑی

اور پھر ایک ٹھوکر اس کی ناف پر لگی۔ وہ الٹ کر گرا اور وہیں پڑا بے بسی سے حاتم کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ حاتم نے دوبارہ لات اٹھائی لیکن اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

سودا کر لو حاتم ——— سودا کر لو ـ!

ہاں اب ہوئی نا انتظام کی بات ——— حاتم رک کر مسکرایا۔

پچاس ہزار روپے ———! زیدی بولا ———

صرف پچاس ہزار ـــــ بڑا ذلیل انتظام ہے۔ حاتم نے بڑا سا منہ بنایا

پچھتر ہزار ـــــ وہ بڑبڑایا۔

یہ بھی کم ہیں، حاتم نے لاپرواہی سے کہا۔

ایک لاکھ ـــــ زیدی نے کراہ کر رقم میں اضافہ کر دیا۔

میرا خیال ہے تم خود ہی بولی بڑھاتے چلے جاؤ ـــــ جہاں انتظام اچھا لگا میں خود ہی تمہیں روک لوں گا۔

تم یقین کرو اس سے زیادہ تو میں نے بھی حاصل نہیں کیا۔

لیکن یہ تمہاری غلطی ہے کہ تم نے اس قدر کم کمایا ـــ حاتم نے بڑی بے رحمی سے ایک چرکہ لگایا جیسے وہ کوئی بہت بڑا بلیک میلر رہا ہو۔

تو پھر تم مجھ پر رحم کرو ـــ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔

ہوں تو پھر تم پر رحم کرو ـــ اچھا میں تم پر رحم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تمہیں پہلے ایک کام کرنا ہوگا۔

بولو ـــ جلدی بولو ـــ میں سب کچھ کر گزروں گا۔

اچھا تو ابھی ساڑھے نو بجے ہیں تم ڈیڑھ بجے تک لفظ "انتظام" کا ورد کرو ـــ اس وقت تک میں سوچتا ہوں کہ تمہارا کیا کیا جائے۔

پہلے تو زیدی کچھ نہ سمجھا لیکن جب بات اس کی عقل میں بیٹھی تو جیسے اس کی عقل ہی رخصت ہو گئی ہو ـــ اس قدر ذلت ـــ اس کے ذہن میں ایک لفظ گھوما اور وہ ایک بار پھر حاتم سے لپٹ بیٹھا۔

اس مرتبہ تو حاتم نے مارے گھونسوں کے اس کا بھرکس نکال دیا ۔ جب اس کے موٹے تازے جسم کے ایک ایک انچ میں گھونسوں کی کاشت ہو گئی ۔ اور ــــ گومڑوں کی فصل پک کر تیار ہو گئی تو حاتم نے اسے چھوڑ دیا ۔

میجر زیدی بے ہوش ہو چکا تھا ۔

تقریباً آدھ گھنٹہ بعد اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو [illegible] ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا سارا جسم کرسی سے بندھا ہوا [illegible] ۔ [illegible] کے بل اس قدر سختی سے لپٹے ہوئے تھے کہ ذرا سی حرکت ہوتے [illegible] اور کوئی نتیجہ برآمد نہ کرنے سے قاصر تھی ۔

لیکن جیسے ہی اس کی نگاہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی وہ حیرت سے اچھل پڑا اور یہ اچھلنا اسے بہت مہنگا پڑا ۔ رسی کے بل اسکے جسم میں گھس گئے ۔ اور وہ بری طرح چیخنے لگا ۔

سامنے ایک اور زیدی بیٹھا ہوا تھا ۔

تم ــــ تم کون ہو ــــ ! وہ ہکلایا ــــ

انتظامیہ ــــ ! حاتم کی آواز سنائی دی ۔

لیکن ــــ تم کیا کرنا چاہتے ہو ؟

میں ان تمام لوگوں کا انتظام کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے ساتھ اس کام میں شامل ہیں ۔ چلو ان کے نام بتاتے چلو ۔!

مگر میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں کسی اور کو نہیں جانتا ــــ

حاتم نے غور سے اسکے چہرے کا جائزہ لیا ۔ اور وہ سمجھ گیا کہ زیدی

نہیں بول رہا۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا
اوکے مسٹر زیدی کل تک میں یہاں کسی کمرے کو تمہارے لئے تیار کردوں گا۔
پھر تمہیں اس کرسی سے نجات مل جائے گی ۔۔۔ اب آرام کرو۔
زیدی چیختا رہ گیا لیکن حاتم کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔
ساؤنڈ پروف بیڈ روم سے نکل کر حاتم سٹنگ روم میں آیا۔ اس نے گھڑی
پر وقت دیکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔
قدرے توقف کے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور اپنے چیف کے نمبر ڈائل
کرنے لگا۔ تین منٹ بعد دوسری طرف سے کسی نے رسیور اٹھایا ۔۔۔
یس ۔۔۔ دس از چیف!
سر میں نے آپ کو ایک ضروری کام کے لیئے فون کیا ہے!
اوہ حاتم ۔۔۔ بولو کیا بات ہے؟
سر میری پندرہ دن کی چھٹی منظور کی جائے۔ میں صبح درخواست بھجوا دوں گا۔
واٹ ۔۔۔ دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی ۔۔۔ تمہیں معلوم
۔ حاتم تم کیا کہہ رہے ہو۔؟
یس سر ۔۔۔ یہ بہت ضروری ہے؟
لیکن میں نے ابھی کل ہی ایک کیس تمہارے سپرد کیا ہے۔ کیا تمہارا کام
،کیس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔
اوہ سر ۔۔۔ معاف کیجئے گا ۔۔۔ مجھے دراصل اس کیس کے سلسلے میں ہی
ں کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں اس کیس کو اپنے طور پر ڈیل کروں ۔۔۔

ویری گڈ ـــ دوسری طرف سے آواز آئی کیا تم نے کوئی سراغ لگا لیا ہے۔

میں بہت جلد آپ کو اپنی رپورٹ دے دوں گا ـــ!

او۔ کے بوائے۔ وش یو گڈ لک ـــ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا ـــ اور حاتم جو اس وقت زیدی کے میک اپ میں تھا دھیرے دھیرے مسکرانے لگا جیسے آئندہ کے حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو ـ

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر زیدی کے بنگلے کی چابی نکالی اور اسے پھر سیٹی بجاتا ہوا دوبارہ بیڈروم میں آ گیا ـ

زیدی اس وقت سر ڈالے بیٹھا تھا ـ حاتم کے قدموں کی آہٹ سنائی دی لیکن اس نے سر نہیں اٹھایا ـ

مجھے افسوس ہے میجر اس وقت کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا ـ لہٰذا آج رات بھوکے رہنے کی جو فالتو سزا تمہیں مل رہی ہے کل اس کا ازالہ کر دوں گا ـــ

زیدی نے کوئی جواب نہیں دیا ـ

تم آج کی رات میرے بیڈ روم میں آرام کرو ـ میں تمہارے بیڈ روم کو استعمال کروں گا اور ہاں کھٹمل تو نہیں تمہاری مسہری میں!

میرا بیڈ روم استعمال کرو گے ـ اس مرتبہ زیدی چونک اٹھا ـ اس نے حاتم کی طرف دیکھا ـ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں ـ

کیوں کوئی انتظام ــــ میرا مطلب ہے کوئی اعتراض ؟
ذیدی نے بے بسی سے کسمانے کی کوشش کی لیکن رسیوں کے بل اسکے جسم سے اس بری طرح چپکے ہوئے تھے۔ کہ ایک بے اختیار سسکاری اس کے منہ سے نکل گئی۔
حاتم نے لائٹ اوف کر دی اور بیڈ روم کو باہر سے لاک کر دیا پھر دروازے کے اوپر بنے ہوئے ایک سوراخ میں ــــ چابی کو ڈال کر دوبارہ گھمایا۔ کلک کی آواز سنائی دی اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خفیہ تالا بند ہو گیا ہو۔
یکے بعد دیگرے تمام کمروں کو لاک کرنے کے بعد حاتم باہر نکل آیا اس نے کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھا اس وقت بارہ بجنے ہی والے تھے۔
وہ تیز تیز چلتا ہوا میجر زیدی کے بنگلے کی طرف بڑھ گیا۔

حاتم علی صبح سویرے تیار ہو کر آفس پہنچ گیا ۔۔۔ اس نے میجر زیدی کا میک اپ کر رکھا تھا ۔۔۔ رات بھر اس نے زیدی کے بنگلے کی اچھی طرح تلاشی لی نتیجہ کے طور پر اسے بہت سی کار آمد باتیں معلوم ہوئیں۔

اچانک اسے دروازے میں آہٹ سنائی دی ۔۔۔ وہ چونک اٹھا۔ سامنے ایک سپاہی کھڑا تھا۔ سپاہی نے اندر آ کر ایڑیاں بجائیں اور اسے سیلوٹ کیا۔

سر آپ کو صاحب نے یاد فرمایا ہے۔

ہوں اچھا آتا ہوں ۔۔۔ حاتم نے زیدی کی آواز میں کہا اور چند لمحوں بعد وہ بریگیڈیئر صاحب کے سامنے کھڑا تھا۔

مسٹر زیدی یہ فائل بہت اہم ہے۔ اپنی نگرانی میں محکمہ خارجہ کو بھجوا دو اور ہاں اسے چیک کر کے سیل ضرور کر دینا۔

یس سر ۔۔۔ حاتم نے ایڑیاں بجا کر فائل لے لی اور اپنے کمرے میں

واپس آگیا۔
اس نے فائل کو سیل کرنے سے قبل ایک نظر دیکھنا ضروری سمجھا۔
اور پھر جیسے جیسے اس کی نگاہ فائل میں لکھی ہوئی تحریر پر پھسلتی رہی اس کی
آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔
اگر یہ راز دشمن کے ہاتھ لگ جاتا تو ——— اس کو ذہن گھومتا ہوا
محسوس ہونے لگا۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی گھڑی کا ایک ہندسہ
باربار روشن ہو کر بجھنے لگا۔
یہ واچ ٹرانسمیٹر زیدی کو ایک دن قبل مجرموں کی طرف سے ملا تھا اور اس
بات کا پتہ حاتم کو اس ڈائری سے لگا تھا جو رات تلاشی لیتے وقت زیدی
کے بیڈروم سے ملی تھی۔
یہ حاتم کے محتاط ذہن کا کارنامہ تھا کہ اس نے آتے وقت زیدی کے جسم
سے کپڑوں کے علاوہ ہر چیز الگ کر دی تھی ورنہ حاتم کی غیر موجودگی میں مجرموں
سے رابطہ قائم کر کے زیدی اس کی قید سے فرار ہو جاتا۔
کچھ دیر حاتم اس اسپارک کرتے ہوئے حصے کو دیکھتا رہا پھر وہ اٹھ کر باتھ
روم کی طرف بڑھ گیا۔
باتھ روم کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے اس نے رسٹ واچ کی چابی کا بٹن
باہر کھینچ لیا ——— ہیلو کے ... یس کا ٹنگ میجر ——— سے الفابیٹ کا لنک۔
واچ ٹرانسمیٹر سے مدھم سی آواز سنائی دی۔
یس زیدی جبیر ——— حاتم نے دو ایک بار کھانس کر کہا۔

فائل مل گئی ـــــ! دوسری طرف سے استفسار ہوا ـــ
کک ـــ کیا ـــ حاتم کے منہ سے بے اختیار نکل گیا ـ کون سی فائل
ابھی بریگیڈیئر صاحب نے جو دی ہے ـــ!
اوہ ـــ ہاں ہاں مل گئی ہے ـ حاتم نے جلدی سے کہا ـ
جہاز کے بارے میں کیا اطلاع ہے ـــ کب پہنچ رہا ہے!
میں نے ابھی فائل کا مطالعہ نہیں کیا ـ حاتم نے صاف جھوٹ بولا ـ
اچھا ہو سکے تو مجھے جلد مطلع کر دو ـــ اس فائل کی نقل آج چار بجے ریش
تیب ڈال دینا تمہارا معاوضہ پرسوں شام تک مل جائے گا ـ
کہاں اور کیسے ادا کرو گے ـــ حاتم نے سوال کیا ـ
اس کے بارے میں بھی فیصلہ ہو جائے گا ـــ اوکے ـ اور دوسری
طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا ـ حاتم نے چابی کا بٹن دوبارہ واپس دھکیل
دیا اور باتھ روم سے باہر نکل آیا ـــ
اس کے ذہن میں بگولے سے اڑنے لگے تھے ـ دشمن اس قدر باخبر ذرائع
کا مالک ہے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ـــ
کے ایس کا کیا مطلب ہے ـــ اسے اتنی جلدی فائل کے بارے میں اطلاع
کیسے مل گئی ـــ کیا بریگیڈیئر صاحب بھی مجرموں سے ملے ہوئے ہیں اس کے
ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے ایک نئے خیال نے اس کی
تردید کر دی کہ اگر بریگیڈیئر صاحب بھی مجرموں کے آلہ کار ہوتے تو زیدی کو پھانسنے
کی کیا ضرورت تھی ـــ؟

اوہ ـــ اچانک وہ اچھل پڑا ـــ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے کال بیل کا بٹن دبا دیا ـــ باہر بیٹھے ہوئے سپاہی نے آکر ایڑیاں بجائیں ـــ

حاتم نے غور سے دیکھا یہ وہی سپاہی تھا جو اس سے قبل اسے برگیڈیر صاحب کا پیغام دے چکا تھا ـــ

دروازہ بند کردو ـــ حاتم نے اسے حکم دیا ۔

سپاہی نے دروازہ بند کر دیا اور اسکی میز کے قریب آ کھڑا ہوا ـــ

تمہاری گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے ؟ حاتم نے سپاہی سے پوچھا

جی گیارہ بج رہے ہیں ـــ سپاہی نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے جواب دیا اور حاتم کی طرف دیکھنے لگا ـــ جو بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا ۔

اچانک حاتم اپنی سیٹ سے اٹھ گیا ـــ اس نے میز کے کنارے پر بیٹھے ہوئے سگریٹ سلگایا اور بولا ـــ یہ گھڑی تم نے کب خریدی ۔

یہ گھڑی ـــ سپاہی یکدم بوکھلا گیا ـــ

ہاں ـ ہاں اسی گھڑی کا پوچھ رہا ہوں ـــ لیکن تم گھبرا کیوں رہے ہو؟

یہ تو میرے پاس بہت پہلے کی ہے جناب ـــ!

میں نے اسے آج ہی دیکھا ہے ـــ حاتم نے مسکرا کر کہا ۔

حاتم کو مسکراتے دیکھ کر سپاہی قدرے نارمل ہوگیا ۔ اس نے دھیمے لہجے میں کہا ۔ میں اسے بہت کم استعمال کرتا رہا ہوں ۔ جناب !

خیر تمہارا معاوضہ کچھ بڑھا یا نہیں ـــ ؟ حاتم نے اندھیرے میں تیر چلایا سپاہی کی صورت دیکھنے والی ہوگئی ۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی سانس

اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رک گئی ہے۔

کیسا معاوضہ جناب ـــ اس نے ہکلا کر دریافت کیا۔

حاتم نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لگایا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے اچانک وہ رک گیا۔ اس نے بڑے ڈرامائی انداز میں سپاہی کی طرف دیکھا اور بولا

اب مجھ سے کیوں اڑ گئے ـــ بھئی ہم دونوں تو ایک ہی کشتی کے سوار ہیں ـــ

حاتم کے لہجے میں حد درجہ نرمی تھی جس کی وجہ سے سپاہی کی گھبراہٹ میں خاصی کمی ہوئی اور پھر ہیڈ منٹ کی بے تکلفانہ گفتگو سے سپاہی کھل گیا۔

سپاہی نے اسے بتایا کہ اس کے ذمے دو کام سپرد کئے گئے ہیں۔ ایک تو خود زیدی کی نگرانی کرنا دوسرا جب ڈش میں کوئی چیز گرا دی جائے تو اس کی نگرانی کرنا۔

ہوں تمہیں یقین ہے کہ تمہاری نگرانی کے لئے کوئی دوسرا مقرر نہیں ہوگا۔

نہیں جناب ـــ سپاہی نے مختصر سا جواب دیا۔

اچھا اب تم میری بات کو غور سے سنو۔ ہم دونوں پر محکمے کو شبہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ہمیں بہت محتاط رہ کر کام کرنا پڑے گا ـــ!

جی ـــ جی ـ سپاہی اس انکشاف سے گھبرا گیا۔ لیکن حاتم نے اسے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا کہ وہ اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دے گا۔ بس اسے بے چوں وچرا اس کے حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی۔

سپاہی کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ اس نے جلدی سے اثبات
سر ہلادیا
حاتم نے اسے سمجھایا کہ آئندہ اسے بتائے بغیر وہ کے ایس کو کوئی اطلاع
نہ دے گا۔ سپاہی نے جلدی سے حامی بھر لی۔
پندرہ بیس منٹ بعد حاتم نے سپاہی کو اس حد تک رام کر لیا کہ وہ واقعی
چوں و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔
سپاہی کو رخصت کر کے حاتم دوبارہ ٹائلٹ میں چلا گیا۔
دروازہ بند کر کے اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر کال نشر کی۔ دوسری طرف جب
ماگا اسرار کے ایس بولنے لگا تو حاتم نے سوچا کہیں اس سے حماقت تو سرزد
نہیں ہوگئی۔ جہاز آنے میں ابھی پانچ دن باقی تھے۔ یہ جہاز ایک دوست ملک
سے آ رہا تھا اور اس میں ایمونیشن کا ذخیرہ بطور امداد اس کے ملک کو روانہ
کیا جا رہا تھا۔
حاتم نے اسے درست اطلاع دی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق یہ رسک
اٹھانا ضروری تھا۔ کیونکہ ابھی وہ محکمے کے ان لوگوں کا سراغ نہیں لگا سکا تھا
جو مجرموں کا آلہ کار بنے ہوئے تھے۔
اس کام سے فارغ ہو کر اس نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ فائل کی نقل تیار
کرنے کے لئے اس کے پاس صرف تین گھنٹے تھے۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر
کھڑکی کے پردے گرا دئے۔ دروازہ بند کر کے لائٹ اون کر دی۔
اب اس نے جیب سے وہ ننھا سا کیمرہ نکال لیا جو زیدی سے حاصل

سمجھا تھا۔ اور جس سے زیدی ضروری کاغذات کے فوٹو اتار کر ان کی نقلیں تیار کرتا۔

اس نے جلدی جلدی صفحات کے فوٹو اتارنے شروع کر دیئے۔ باقی کاروائی میں اسے پورا ایک گھنٹہ صرف ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ایک کاغذ سے اپنے ہاتھ صاف کیئے اور کاغذ کو ردی کا ٹوکری میں پھینک دیا۔

اچانک اس کا پاؤں ردی کی ٹوکری سے ٹکرایا اور ٹوکری الٹ گئی۔ دوسرے ہی لمحے حاتم کو یوں محسوس ہوا جیسے اسکی ساری محنت پر پانی پھر گیا ہو۔

اس کے قدموں میں ڈکٹا فون ایک چھوٹا سا آلہ پڑا ہوا تھا۔

حاتم نے جلدی سے اس آلے کو اٹھا کر دوبارہ ٹوکری میں ڈال دیا اور اس کی تار کو ڈھونڈنے لگا۔ تار آتش ٹیبل کے نیچے پڑی ہوئی دری میں صرف دو فٹ تک گیا ہوا تھا۔ باقی تار کہاں ہے۔ اس کا ریسیور کہاں ہے۔ حاتم کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اچانک اسے ایک خیال آیا اس نے فوراً پردے ہٹا کر کھڑکی کو کھولا اور دروازے کی چٹخنی گرا کر کال بیل بجائی۔

سپاہی اندر آ گیا۔

کیا تمہارے پاس ڈکٹا فون کا ریسیور بھی ہے؟

جی ہاں — اس ڈکٹا فون کا ریسیور میرے پاس ہی ہے اس سے

میں آپ کی پوزیشن معلوم کر کے انہیں اطلاع دیتا ہوں۔
اچھا ــــ حاتم کے منہ سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی ــــ
تم ٹھیک پونے چار بجے کے ایس کو اطلاع کر دینا کہ رلیش میں ڈال دی
گئی ہیں ــ
یس سر ــــ سپاہی نے مؤدب لہجے میں کہا۔
ٹھیک ہے اب جاؤ ــــ حاتم علی نے ایک نیلے رنگ کا لفافہ
اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تم خود ان کو رلیس میں ڈال دینا۔
مگر ــــ مگر جناب ــ سپاہی اس خلاف معمول کام سے بوکھلا
گیا۔
اوہ ڈونٹ وری ــــ مجھے آج ایک ذرا کام ہے۔ اب تم سے
کیا پردہ اتفاق سے آج اسے ٹھیک چار بجے کا وقت دے رکھا ہے
حاتم نے اپنی بائیں آنکھ دبا کر سپاہی کو بتایا۔
کس کو وقت دے رکھا ہے ــ ؟
بھئی مجھ جیسا کنوارا کس کو وقت دے سکتا ہے۔ حاتم نے
دوبارہ آنکھ دبا کر اسے سمجھایا اس مرتبہ شاید سپاہی اس کا مطلب سمجھ
گیا تھا۔ اس نے بے تکلفی سے مسکرا کر نیلے رنگ کا لفافہ لے لیا۔
حاتم نے لفافہ اس کے حوالے کر کے آفس ٹیبل کی دراز میں لاک کیں
اور کیپ درست کرتا ہوا باہر برآمدے میں نکل آیا۔
تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ اپنے گھر پہنچا۔ میجر زیدی کا حلیہ بے رنگ

درہا تھا ۔ مارے تکلیف کے اس کا بُرا حال تھا ۔ حاتم نے دیکھا یسی کئی جگہ اس کے جسم میں گھسی ہوئی ہے ۔ کیوں میجر کیسا انتظام ہے ۔ حاتم نے مسکرا کر دریافت کیا اور پھر دوسرے کمرے میں گھس کر فون پر اپنے چیف کے نمبر ڈائل کرنے لگا ۔

حاتم نے جب اپنے چیف کو بتایا کہ ایمونیشن کے جہاز کی اطلاع دشمنوں کو بھی ہو چکی ہے ۔ تو دوسری طرف جیسے اس کے چیف کو سکتہ ہو گیا تھا ۔ ایک لمحہ تک کوئی آواز نہ آئی ۔

حاتم نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا کہ اب یہ ان کا فرض ہے کہ جہاز کو دشمنوں سے بچا لیں ۔ حاتم نے اس ذریعہ کا ذکر کرنے سے انکار کر دیا جس سے اسے اس خبر کا علم ہوا تھا ۔

سپاہی نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ ٹھیک پونے چار بج رہے تھے۔ اس نے ٹائلٹ میں جا کر جلدی جلدی واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

دوسرے ہی لمحے گھڑی سے دھیمی سی آواز آئی۔ یس ہارڈی اسپیکنگ

چوہا بل میں پہنچ چکا ہے۔ سپاہی نے دھیرے سے کہا۔

اوہ ویری گڈ ـــ اوور!

دور دور بلیوں کا نام و نشان نہیں ہے۔

تھینک یو ـــ میں ابھی پہنچ رہا ہوں ـــ میں تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔ آج میں باس سے تمہاری سفارش کروں گا کہ تمہارے معاوضے کی رقم بڑھا دی جائے۔

شکریہ ـــ اوور!

سپاہی نے سلسلہ منقطع کیا اور باہر نکل آیا۔

جیب سے نیلا لفافہ نکال کر راہداری کے آخر میں بنے ہوئے ڈسٹ بِن میں دیا اور خود دھیرے دھیرے چلتا ہوا ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد اسے ایک تھیلا بردار میلا کچیلا آدمی دکھائی دیا۔

سپاہی نے مطمئن انداز میں سر ہلایا جیسے متوقع آدمی کو آتے دیکھ کر اس کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی ہو۔ وہ جھاڑی کے عقب سے نکلا اور اپنی بیرک کی طرف چل دیا۔

میلے کچیلے آدمی نے ڈسٹ بِن سے ردی کاغذات نکال کر اپنے تھیلے میں بھر لیے اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی بغل میں جھاڑو دبی ہوئی تھی اور کندھے پر وزنی تھیلا تھا۔ جیسے ہی وہ گیٹ کے قریب پہنچا اس نے جھاڑو والا ہاتھ اٹھا کر سنتری کو سلام کیا۔ سنتری نے برا سا منہ بنا کر ناک سکیڑا اور اسے اشارہ کیا کہ چھوٹے دروازے سے نکل جائے۔

وہ شخص جیسے ہی باہر نکلا حاتم علی موٹر سائیکل پر عین اسی وقت پیچھے سے آتا دکھائی دیا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی سنتری نے ایڑیاں جوڑ کر اسے سلیوٹ کیا اور پھاٹک کھول دیا۔

حاتم تیزی سے باہر سڑک پر آیا۔ اس نے دیکھا تھیلا بردار شخص سڑک کے کنارے چلا جا رہا ہے۔ اس نے موٹر سائیکل روک

ل اور ایک درخت کے قریب رک کر سگریٹ سلگانے لگا۔
سگریٹ سلگا کر وہ دھیرے دھیرے کش لگاتا رہا۔ اس کی نگاہ
مسلسل آگے جاتے ہوئے شخص کا تعاقب کر رہی تھی۔
جب وہ شخص مارکیٹ ایریا سے نکل گیا تو حاتم نے دیکھا ایک کار
اس کے قریب جا کر آہستہ ہو رہی تھی۔ جیسے ہی تھیلے والے نے کار
کو دیکھا اس نے ایک نظر پیچھے دیکھا اور جھاڑو تھیلے سمیت کار میں
بیٹھ گیا۔
کار اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔
حاتم نے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور دوسرے ہی لمحے وہ بھی اس کار کے
تعاقب میں جا رہا تھا۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے حاتم نے بھی اپنی رفتار
بڑھا لی۔ اب وہ مناسب فاصلے سے کار کا تعاقب کر رہا تھا۔
اگلی کار نو بہار کالونی کے قریب ایک جگہ رک گئی۔ تھیلے والا شخص کار
سے اتر گیا۔ حاتم کافی فاصلے سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔
کار اسے اتار کر ایک مرتبہ پھر تیزی سے روانہ ہو گئی۔ اب کار کا رخ
دائیں طرف مین روڈ کی طرف تھا۔ مین روڈ پر آ کر کار کی رفتار اور بھی تیز
ہو گئی۔ یہاں تک کہ حاتم کو فاصلہ برقرار رکھنے میں دشواری پیش آنے لگی۔
بیس منٹ کے تعاقب کے بعد کار ایک عمارت کے پھاٹک میں داخل
ہو گئی۔ حاتم نے خاصے فاصلے پر موٹر سائیکل روکی اور تقریباً بھاگتا ہوا
پھاٹک کے قریب پہنچا۔ کار عمارت کے تاریک پورچ میں کھڑی تھی۔

حاتم نے دیکھا ادھر ادھر کوئی نہیں تھا۔۔ وہ خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ کار میں دیکھا کوئی نہیں تھا اب وہ تیزی سے عمارت کے عقبی حصے کی طرف جا رہا تھا۔

عمارت کے عقب میں ایک پائپ تھا۔ حاتم بندر کی سی پھرتی سے اوپر چڑھ گیا۔

چھت پر چڑھ کر اس نے ادھر ادھر آہٹ لی اور پھر گربہ قدمی سے وہ ایک روشندان کی طرف بڑھ گیا۔

روشندان بند تھا۔۔

حاتم نے ذرا سا دباؤ ڈالا تو روشندان بے آواز کھل گیا۔ حاتم نے جھک کر دیکھا۔ اندر ایک گرانڈیل شخص کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیلا سا لفافہ تھا۔۔۔

نیلے لفافے سے اس نے وہی کاغذات نکال کر ہاتھ میں لے لئے جنہیں چند گھنٹے پیشتر حاتم نے تیار کیا تھا۔

کاغذات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نے دیوار میں بنی ہوئی ایک الماری کھولی اور اس میں رکھی ہوئی ایک عجیب و غریب مشین سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

یہ مشین سے ایک چھوٹا سا ٹائپ مشین کے نچلے خلا سے نکل کر اسکے ہاتھ میں آ گیا۔ حاتم نے جلدی سے ایک گول سکہ اپنی جیب سے نکالا۔

روشندان میں ہاتھ گھسیڑ کر اس نے "تاک کر سکہ" کمرے میں پھینک۔۔۔

سکتہ گرانڈیل شخص کے قریب پڑے ہوئے صوفہ پر گر گیا۔
حاتم نے ننھی ڈبیہ نکال کر کان سے لگائی اور روشندان سے ہٹ کر
ایک طرف ہو بیٹھا۔
ہیلو — ہیلو — ہارڈی اسپیکنگ باس۔ ہارڈی کالنگ !
کے۔ ایس۔ دوسری طرف سے غراہٹ سنائی دی۔
لفافہ مل گیا ہے باس —
ٹھیک ہے تم پڑھ کر سناتے جاؤ۔ حاتم کی ڈبیہ سے آواز آئی۔
اور پھر حاتم نے پراسامنہ بنا لیا۔ ہارڈی کاغذات میں لکھی ہوئی تفصیلات
اسے پڑھ کر سنانے لگا تھا۔ قہر درویش بر جان درویش حاتم بیٹھا سنتا رہا۔
پون گھنٹے بعد ہارڈی کی آواز ختم ہوئی — حاتم سمجھ گیا کہ کے۔ ایس
کوئی بہت ہوشیار آدمی ہے جو اپنے آدمیوں کے سامنے بھی نہیں آتا۔
شاید دوسری طرف وہ پراسرار کے ایس "ڈکٹیشن" لکھنے میں معروف
تھا کیونکہ ہارڈی کو بار بار اپنے فقرے دہرانے بھی پڑے تھے۔
خدا خدا کر کے یہ بوریت بھری گفتگو ختم ہوئی اور اس کے بعد ہارڈی
کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ ان کاغذات کو جلا دوں باس !
ہاں ابھی اور اسی وقت — اجنبی آواز سنائی دی۔
حاتم نے جھک کر روشندان میں دیکھا۔ ہارڈی کاغذات کو آگ لگا
کر انگیٹھی میں پھینک رہا تھا۔ کاغذات جلا کر ہارڈی نے ٹرانسمیٹر کی مشین کو
بند کر دیا اور الماری کو مقفل کر دیا۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجتی سنائی دی۔ ہارڈی نے ریسیور اٹھالیا۔

باس دس اینڈ — ! اس مرتبہ اس کی آواز بدلی ہوئی تھی حاتم نے ننھی سی ڈبیہ کان کے قریب کر لی۔

ہارڈی کے بدلے ہوئے لہجے کو محسوس کرکے وہ چونک اٹھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ کبھی ماتحت اور کبھی خود ہی آواز بدل کر باس بنی بن بیٹھا

کون وہی احمق — ویری گڈ — کہاں ہے؟ ہارڈی کی آواز سنائی دی دوسری طرف سے کیا جواب دیا گیا یہ حاتم کو معلوم نہیں ہو سکا۔

اچھا ٹپ ٹاپ میں — میں آرہا ہوں — تم میں سے کوئی بھی. اس کو نہیں چھیڑے گا۔ ہارڈی نے سخت لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر خاموش رہی — پھر حاتم کی ننھی سی ڈبیہ سے آواز آئی ٹائیگر صرف تم وہاں میرا انتظار کرو — باقی تینوں کو رخصت کردو — یہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی حماقت کر بیٹھتے ہیں۔ ہارڈی نے سخت لہجے میں کہا۔

ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی۔

حاتم نے جلدی سے ڈبیہ بند کرکے جیب میں رکھ لی۔ اب وہ تیزی سے نیچے اتر رہا تھا۔ احمق اور ٹپ ٹاپ کے حوالے نے اس کے ذہن میں بہت سی باتیں واضح کر دی تھیں۔

بالکنی سے اتر کر وہ عقبی دیوار پھاند کر تیزی سے بھاگتا ہوا اپنی موٹر سائیکل تک پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد اس نے ہارڈی کی کار کے تعاقب کی بھی پرواہ نہیں کی بلکہ آندھی اور طوفان کی طرح ٹپ ٹاپ کی طرف روانہ ہو گیا

عمران شپ ٹاپ کے سامنے کھڑا ٹیکسی والوں کو کوس رہا تھا۔

آخر ایک ٹیکسی ڈرائیور کو اس کے حال پر رحم آ ہی گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جیسے ہی ٹیکسی عمران کے قریب روکی عمران دروازہ کھول کر جلدی سے اندر گھس گیا۔

فرمائیے صاحب ۔۔؟ ٹیکسی ڈرائیور نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا۔

لیکن عمران صاحب فرمانے کی بجائے آنکھیں بند کئے آرام فرما رہے تھے۔

کہاں جائیے گا صاحب ۔۔! اس مرتبہ ڈرائیور نے اونچی آواز میں پکارا۔

جواب ندارد ۔۔

میں نے کہا صاحب ۔۔۔ ڈرائیور نے اس مرتبہ اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

آپ بولتے کیوں نہیں کہاں جانا ہے آپ کو۔؟

دیکھو ڈرائیور۔ عمران نے ایک دم آنکھیں کھول کر اسے تنبیہہ کی۔ میں نے بیس منٹ تک ٹیکسی کا انتظار کیا ہے لہذا جب تک میرے بیس منٹ پورے نہیں ہو جاتے میں تمہیں کہیں جانے کا آرڈر نہیں دے سکتا۔

عمران نے یہ کہہ کر نہ صرف آنکھیں بند کر لیں بلکہ خراٹے بھی نشر کرنے شروع کر دیئے۔ ڈرائیور نے ہنس کر منہ پھیر لیا اور سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

شاید اس نے عمران کو نشے میں دھت سمجھ لیا تھا۔ آخر کیوں نہ سمجھتا ایسی نوبت ان کے ساتھ اکثر و بیشتر آتی ہی رہتی تھی۔

ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر دیا تھا۔ اس لیے اسے ویسے بھی بے فکری تھی۔

ٹھیک بیس منٹ بعد عمران نے آنکھیں کھولیں اور کنکھیوں سے عقب میں دیکھ کر ڈرائیور کو ساحل کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

عمران نے عقب میں ایک نیلے رنگ کی کار دیکھی جو اس کے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی کچھ فاصلے پر آکر رک گئی تھی۔ بیس منٹ کے انتظار نے نیلی کار والوں کو زندگی سے بیزار کر دیا ہوگا۔

عمران دھیرے سے مسکرا دیا۔

اس وقت شام کے سائے ڈھل گئے تھے اور خاصا اندھیرا ہو رہا تھا۔

ٹیکسی پوری رفتار سے ساحلی سڑک پر بھاگ رہی تھی۔

نیلی کار میں دو شخص بیٹھے ہوئے تھے ایک سر سے پاؤں تک لبادے

ملبوس تھا جبکہ دوسرے نے صرف ایک بنیان اور پتلون پہن رکھی تھی۔
موخرالذکر خاصے تن و توش کا مالک تھا۔۔۔ بشرے پر بدمعاشی کے
آثار بہت کھلے پڑ رہے تھے۔
ٹائیگر اس شخص کو آج ہر قیمت پر کیرا اشولا تک پہنچانا ہے۔
لیکن باس کیرا اشولا کا ہمارے گروہ سے کیا تعلق۔؟
اس احمق کی قیمت بیس ہزار ہے ٹائیگر۔!
اوہ ۔۔۔۔۔ ٹائیگر کا منہ کھل گیا ۔۔۔۔۔ کیا کیرا اشولا نے یہ قیمت لگائی ہے؟
ہاں ۔۔۔ سیاہ پوش نے مختصر سا جواب دیا۔
لیکن باس ۔۔۔ کیرا اشولا اگر چاہے تو اسے کسی بھی جگہ ختم کر سکتا ہے پھر
ہماری خدمات حاصل کرنے کی کیا وجہ ہے؟
اس شخص کی وجہ سے اس کا لاکھوں کا بزنس تباہ ہو گیا۔ اگر کیرا اشولا
اپنے مخصوص فن سے اس کی جان لیتا ہے تو فوراً پکڑا جائے گا۔۔۔
اوہ ۔۔۔ مگر باس ۔۔۔۔ ارے یہ تو خود ہی ویران سڑک پر جا رہا ہے۔
دیکھتے جاؤ ۔۔۔۔ یہ کہہ کر سیاہ پوش نے رفتار بڑھا دی۔ اب ان
کی نیلی کار کا فاصلہ ٹیکسی سے کم ہوتا جا رہا تھا۔
چند منٹ کا وقفہ گزر گیا۔ اچانک ٹیکسی ڈرائیور کے کندھے پر ہاتھ
پڑا۔ ڈرائیور نے چونک کر رفتار کم دی اور پوچھا ۔۔۔ کیا بات ہے، صاحب۔!
بس دوست یہیں اتار دو۔ عمران نے کہا۔
یہاں ویرانے میں ۔۔۔ مگر آپ تو ساحل پر جا رہے تھے! ڈرائیور

حیران ہوتے ہوئے بولا — عمران کی ٹائپ ڈرائیور کے بالکل نئی ثابت ہو رہی تھی
دراصل مجھے یاد آ گیا کہ میں نے آج ورزش نہیں کی۔ عمران نے کار کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا — یہ جگہ اس مقصد کے لئے بے حد مناسب ہے
ڈرائیور نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ٹیکسی روک دی۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر ریزگاری نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دی۔
ڈرائیور نے دیکھا۔ سب اٹھنیاں چونیاں تھیں اور رقم کسی بھی صورت میں بیس روپے سے کم نہ تھی — ل — لیکن صاحب — ڈرائیور ہکلایا۔
کنفیوشس نے کہا ہے بوجھ اٹھانا سب سے اچھی ورزش ہے۔
اب ورزش کرو — اور جان بناؤ۔ عمران یہ کہہ کر اتر گیا۔
حیران پریشان ڈرائیور نے ٹیکسی موڑی اور تیزی سے شہر کی طرف واپس روانہ ہو گیا —

باس یہ تو ٹیکسی چھوڑ کر پیدل جا رہا ہے۔ ٹائیگر جلدی سے بولا۔
نہ جانے کیا ہوتا ہے۔ خیر یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ سیاہ پوش جلدی سے بولا۔ اس نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی اور پلک جھپکتے ہی عمران کو جا لیا۔ کچھ آگے جا کر انہوں نے گاڑی روک دی اور نیچے اتر آئے۔
عمران خراماں خراماں چلا آ رہا تھا — اچانک سیاہ پوش اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی۔
ہاتھ اٹھا لو اور خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔
میں پوچھتا ہوں تم لوگ پہلے کہاں مر گئے تھے۔ عمران یکدم غرایا

کیا بکتے ہو۔۔۔ سیاہ پوش بگڑ گیا۔

اب مجھے تمہاری کار کی ضرورت نہیں۔ میں ٹیکسی سے آ گیا تھا۔

یہ سن کر ٹائیگر کی ہنسی نکل گئی۔ سیاہ پوش نے اسے ڈانٹ دیا۔

تم شرافت کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔

کون سے شرافت کے ساتھ۔۔۔؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

تم یوں نہیں مانو گے۔ سیاہ پوش نے ٹائیگر کو اشارہ کر کے ٹامی گن تھمائی۔

عمران پھرتی سے پیچھے بیٹھ گیا ورنہ ٹامی اس کی کھوپڑی کو چٹخا ہی دیتی۔

عجیب مہمان نواز ہو۔۔۔ بھئی مجھے پیدل چلنا ہے تم کیوں کار میں لے جانے کے لئے بضد ہو۔۔۔ عمران کی آواز اس مرتبہ گھبرائی ہوئی تھی۔

اچانک ٹائیگر کا ہاتھ گھوم گیا۔۔۔ عمران تو پھرتی سے الگ ہٹ گیا۔ سامنے سیاہ پوش کھڑا تھا۔ ٹائیگر کا چٹانی گھونسہ اس کی ناک پر پڑا۔ سیاہ پوش گالیاں بکتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ گھونسہ خاصا جاندار تھا۔ ٹامی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ عمران ٹامی کی طرف لپکا۔ لیکن ٹائیگر اس سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔

ٹائیگر جو پہلے بات کو یونہی ٹال رہا تھا اب درندہ بن چکا تھا۔۔۔

چلو گاڑی میں۔۔۔ ورنہ چھلنی کر دوں گا۔

فی سوراخ کیا لو گے۔۔۔ عمران نے جلدی سے دریافت کیا۔

لیکن یہ مذاق عمران کو خاصا مہنگا پڑا۔ اگر وہ پھرتی سے کود کر الگ نہ

ہٹ گیا ہوتا تو درجنوں گولیاں اس کے جسم کو چھیدتی ہوئی نکل جاتیں۔
ٹائیگر نے ٹامی کا دہانہ کھول دیا تھا۔

عین اسی وقت ایک سخت آواز سنائی دی ___ ٹائیگر کا ہاتھ رک گیا اور سیاہ پوش بھی چونک کر مڑ گیا ___ کچھ ہی فاصلے پر ایک ریوالور بہ دار شخص کھڑا تھا۔

ٹامی پھینک دو اور ہاتھ اٹھا لو ___ اس مرتبہ ریوالور والے کی آواز میں درندگی تھی ___

ٹائیگر نے سیاہ پوش کی طرف دیکھا۔ سیاہ پوش نے آنکھ سے اشارہ کیا۔
اشارہ ملتے ہی ٹائیگر پھرتی سے واپس مڑا لیکن اسے یہ حرکت بہت مہنگی پڑی۔

دھائیں ___ دھائیں ___ ریوالور سے دو شعلے نکلے اور ٹائیگر ٹامی چلانے کی حسرت دل میں لئے زمین پر ڈھیر ہو گیا ___ وہ ایک بار تڑپا اور پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

سیاہ پوش نے جلدی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔

واہ واہ ___ واہ واہ ___ عمران تالیاں پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔
چلو تم بھی خاموشی سے ادھر آ جاؤ ___ اس مرتبہ حاتم کی آواز صاف پہچانی جا سکتی تھی اس کا لہجہ نسبتاً نرم تھا۔
عمران کانپتا ہوا ان کے قریب آ گیا ___!
دیکھو دوست ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ___ سیاہ پوش حاتم کی طرف

دیکھ کر غرایا۔

اور مجھ غیر شادی شدہ کے ساتھ کیا جھگڑا ہے محترمہ ---! عمران نے بوڑھے سے کہا۔

حاتم کھلکھلا کر ہنس دیا --- احمق نوجوان یہ کوئی عورت نہیں ہے۔ بلکہ ایک خونخوار آدمی ہے۔

ارے ہائیں --- میں تو سمجھا تھا تمہاری بیوی ہے کسی آشنا کے ساتھ ---

یہ سن کر حاتم پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا اور سیاہ پوش کی بن آئی۔ وہ تڑپ کر عمران سے لپٹ گیا۔

حاتم اسے دھمکیاں ہی دیتا رہ گیا لیکن سنتا کون ---!

سیاہ پوش عمران کو رگیدتا ہوا دور لے گیا۔ عمران نے محسوس کیا کہ سیاہ پوش ارنے بھینسے کی طرح طاقتور ہے۔ اس لئے اس نے مزید مذاق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیاہ پوش کا بایاں جبڑا تاک لیا۔ گھونسہ کھا کر سیاہ پوش واپس پلٹا لیکن سنبھلنے سے پہلے اس کے ٹخنے پر عمران کی زوردار ٹھوکر پڑی۔ سیاہ پوش نے بلبلا کر اپنا ٹخنہ تھام لیا۔ عمران نے ایک ٹھوکر اس کے دوسرے ٹخنے پر بھی جمادی۔ سیاہ پوش نیچے گر پڑا۔ عمران نے اس مرتبہ ایک ٹھوکر اس کے جبڑے پر جڑ دی۔ سیاہ پوش کٹے شہتیر کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ جھاڑے اور جھک کر سیاہ پوش کو کندھے پر اٹھا لیا۔

حاتم جلدی سے اس کے قریب آگیا۔

اسے ڈگی میں بند کردو ــــ اس مرتبہ حاتم کی آواز نسبتاً سخت تھی۔

عمران نے غور سے اسے دیکھا اور خاموشی سے بے ہوش سیاہ پوش کو اسی کی کار کی ڈگی میں ٹھونس دیا۔

اب تم آگے بیٹھو چل کر ــــ حاتم نے پستول والا ہاتھ گھمایا۔

عمران نے خاموشی سے تعمیل کی، حاتم جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے موڑ کر شہر کی طرف واپس ہو گیا۔

ریوالور اس نے جیب میں ڈال لیا ــــ اب وہ عمران کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس وقت اونگھنے میں مصروف تھا۔

حاتم نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا ــــ وہ ابھی تک عمران کے بارے میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اسے کون سے خانے میں فٹ کرے۔

ہارڈی اسے اغوا کرنے آیا تھا ــــ کیوں ؟ ہارڈی کو اس سے کیا دشمنی تھی ۔ ویسے حاتم سمجھ رہا تھا کہ وہ جتنا احمق ہے درحقیقت اتنا ہی شاطر ہے ورنہ ہارڈی جیسے مجرموں سے ٹکرانے کا کیا مقصد سمجھا جا سکتا ہے۔

اچانک حاتم نے عمران کو ٹھوکا دیا۔ عمران چونک کر بیدار ہو گیا۔

تم کیا کرتے ہو ــــ ؟ حاتم نے دریافت کیا۔

ایک شادی نہیں کی باقی سب کچھ کیا کرتا ہوں۔ عمران نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا ــــ

میں مطلب نہیں سمجھا — حاتم حیرت سے بولا —

مطلب یہ کہ میں کوئی ملٹری کا جاسوس نہیں ہوں —!

کیا —؟ حاتم اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اگر اس نے جلدی سے اسٹیرنگ پر قابو نہ پا لیا ہوتا تو گاڑی ضرور کسی درخت سے ٹکرا جاتی —

تم کیسے جانتے ہو کہ میں ملٹری کا جاسوس ہوں — اس مرتبہ حاتم کی آواز صد درجہ سرد اور مروت سے پاک تھی —

ارے تم یہ کہتے ہو — میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں — جانتے ہو روشن کبیر — آئی ایم سوری — روشن ضمیر —

کیا جانتے ہو؟ حاتم براہ راست عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا — لیکن عمران کے انداز سے لاپرواہی مترشح تھی —

یہی کہ تمہارا نام حاتم ہے اور تم قبیلہ طے سے تعلق رکھتے ہو —

اور کیا جانتے ہو —؟ حاتم غرایا —

یہی کہ منیر شافی کے تیسرے سوال کا جواب تلاش کر رہے ہو — عمران کا انداز صد درجہ لاپرواہی سے بھرپور تھا —

کیا تم معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بتا سکتے ہو؟

ہاں عمران نے مختصر سا جواب دیا —

جلدی سے شروع ہو جاؤ — حاتم کا لہجہ تحکمانہ تھا —

سامری کی کھوپڑی —

بکواس بند کرو بتاؤ اس قدر معلومات تم نے کیونکر حاصل کیں؟

کسی سے کہو گے تو نہیں ۔۔۔ عمران نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

نہیں حاتم کے منہ سے یکدم نکل گیا۔ لیکن جلد ہی اس نے ہونٹ بھینچ لئے اور عمران کو گھورنے لگا۔

پھر نیلی کار کے پہیئے مقفل ہو کر بری طرح چیخے۔ حاتم نے بڑی پھرتی سے فل بریک لگائے تھے۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ریوالور جیب سے نکل کر دوبارہ اس کے ہاتھ میں آگیا۔

چلو ادھر منہ کر کے نیچے اتر جاؤ۔

ریوالور جیب میں ڈال لو ۔۔۔ میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔

شٹ اپ نیچے اترو ۔۔۔ حاتم نے ریوالور عمران کی پسلی سے لگا دیا۔

یار کیوں پریشان کرتے ہو۔!

میں کہتا ہوں نیچے اترو ورنہ گولی تمہاری پسلی سے پار ہو جائے گی۔

ریوالور خالی ہے برخوردار لے جیب میں ڈال لو۔

کیا بکتے ہو۔ حاتم چونک کر ریوالور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ عمران کو گھور رہا تھا۔

حاتم نے دانست میں عمران اسے غافل کر کے ریوالور پہ ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا۔ حاتم کے چونکنے سے عمران کے لئے اچھا خاصا موقع پیدا ہو گیا تھا لیکن عمران نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

لہٰذا حاتم نے جلدی سے ریوالور کا چیمبر کھول کر چیک کیا اور پھر اس کی سٹی گم ہو گئی ۔۔۔ ریوالور خالی تھا۔

حاتم حیران تھا کہ باقی گولیاں کہاں گئیں جبکہ اس نے صرف دو فائر ہی کئے تھے — اچھا دوست خدا حافظ پھر ملیں گے۔

عمران کی آواز سنائی دی — حاتم نے چونک کر دیکھا اور پھر بے ساختہ اس کا ہاتھ عمران کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی طرف بڑھ گیا۔

ارے۔ حاتم ایک مرتبہ پھر چونک اٹھا — عمران نے مصافحہ کرتے وقت ریوالور کی گولیاں اس کے ہاتھ میں منتقل کر دی تھیں۔

اور ڈگی سے تمہاری پردہ دار بیوی بھی غائب ہے۔

حاتم بھاگ کر کار کے پیچھے پہنچا — اس نے دیکھا کہ ڈگی واقعی خالی تھی۔

حاتم یوں کھڑا تھا جیسے اس کی عقل چکرا گئی ہو —

کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے ؟ اس مرتبہ حاتم کی آواز میں بے انتہا نرمی تھی — ضرور — مجھ سے ملو میں برطانیہ پلٹ علی عمران ایم ایس سی وغیرہ ہوں —

میرا مطلب تھا تم کون ہو اور کیا کرتے ہو — ؟

ارے اندھیرے کی وجہ سے تمہاری بصارت خاصی متاثر دکھائی دیتی ہے چلو کہیں اجالے میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔

عمران دوبارہ کار میں بیٹھ گیا۔ حاتم بھی چکنم کی حالت میں کار تک آیا اور کار اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے شہر کی طرف چل دیا۔

ایک چوراہے پر پہنچ کر عمران نے حاتم کو کار روکنے کا اشارہ کیا۔ حاتم نے کار روک دی۔ میرا خیال ہے اس گاڑی سے جان چھڑاؤ —

"تمہارا خیال درست ہے ۔۔۔ حاتم نے چونک کر کہا۔ یہ کار دشواریاں پیدا کر سکتی ہے لیکن میری موٹر سائیکل تو ٹپ ٹاپ کے سامنے کھڑی ہے۔
اوہ ۔۔۔ تو چلو کار وہیں چھوڑ دیں گے۔

حاتم نے کار دوبارہ گیئر میں ڈال دی۔ پندرہ منٹ بعد وہ ٹپ ٹاپ پہنچ گئے۔ حاتم نے اپنی موٹر سائیکل اٹھائی اور عمران کو دکر بیٹھ گیا۔
عمران نے حاتم کو اپنے فلیٹ کا ایڈریس بتایا اور موٹر سائیکل تیزی سے ادھر روانہ ہو گئی۔

فلیٹ میں پہنچ کر عمران اور حاتم کے درمیان ایک طویل گفتگو ہوئی۔
حاتم کے استفسار پر عمران نے بتایا کہ اسے سراغرسی کا بہت شوق ہے۔ اور وہ محض اپنے وطن کی محبت سے مجبور ہو کر اکثر مجرموں کا قلع قمع کرتا رہتا ہے۔
لیکن تمہارے ذرائع کیا ہیں۔ میرا مطلب انفارمیشنز اور آمدنی وغیرہ!
اوہ اس کے لئے سوپر فیاض ہی کافی ہے۔ میرے کارناموں کا تمام تر فائدہ فیاض کو ہی پہنچتا ہے ۔۔۔!

اور اس کے بعد جب عمران نے ڈی۔ جی۔ رحمان صاحب کے فرزند ہونے کا بتایا تو حاتم کو قائل ہوتا ہی پڑا ۔۔۔ پھر ویسے بھی قائل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔

جب حاتم نے اسے فوجی رازوں کے افشاء ہونے کی کئی داستان سنائی تو عمران نے جھٹ اپنی خدمات پیش کر دیں۔
حاتم نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے فدق کی تکمیل کے لئے اس سے ضرور کام لے گا۔ بلکہ اکثر و بیشتر اس سے مشورے بھی لیا کرے گا۔

سیاہ پوش ہارڈی جلد ہی ہوش میں آ گیا۔
اس نے محسوس کر لیا کہ وہ کار کی ڈگی میں بند ہے۔ ایک ہاتھ سے سر ٹٹولا۔
سر تو پوری طرح سلامت تھا البتہ بایاں جبڑا اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔
ہارڈی نے پاؤں پھیلانے کی کوشش کی لیکن جگہ تنگ ہونے کے باعث وہ ناکام رہا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے ادھر ادھر ٹٹولا۔
اس کا ہاتھ ایک سخت سے تار کے ٹکڑے سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے اس کے منہ سے اطمینان کی سانس نکل گئی یہ تار کا ٹکڑا اس نے اپنی کار کی ڈگی میں ڈالا تھا۔
اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اپنی کار کی ڈگی میں بند ہے۔ ہارڈی نے تالے کا سوراخ ٹٹولا اور پھر تار کا ایک سرا سوراخ میں سرک گیا۔

تالا ایک ہلکی سی کلک کی آواز سے کھل گیا۔

اس نے ڈگی کا ڈھکنا تھوڑا سا اٹھایا۔

سڑک سنسان پڑی تھی۔

ہارڈی نے ایک ہاتھ سے ڈگی کو پورا اٹھا دیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ سائیڈوں میں پھنسا دیئے۔ اپنا جسم اس نے کار کے عقبی حصے سے لٹکا

ایک موٹر کار کی رفتار کم ہو گئی اور اس نے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ وہ سڑک پر گر گیا۔ دو ایک لڑھکنیاں کھائیں اور پھر سڑک پر ساکت ہو گیا۔

کار دور جا چکی تھی۔ اندھیرے میں اسکی عقبی سرخ بتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ہارڈی نے اطمینان کا سانس لیا۔

سڑک سے اٹھ کر اس نے پہلے تو دایاں ہاتھ گھما کر اپنے دائیں جبڑے پر مارا بایاں جبڑا اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

تکلیف کے مارے اس کی بری حالت تھی۔ اچانک اسے پیچھے سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائیٹس دکھائی دیں۔ اس نے جلدی سے اپنا سیاہ لبادہ جسم سے اتار کر سڑک سے کچھ فاصلے پر پھینک دیا۔

ہیڈ لائیٹس قریب آتی چلی گئیں۔ قریب آنے پر ہارڈی نے دیکھا وہ ایک لوڈنگ ٹرک تھا۔ اس نے عین سڑک کے درمیان رک کر دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

ٹرک رک گیا۔

ڈرائیور کو دس روپے کے ایک نوٹ نے اسے شہر تک لے جانے پر آمادہ کر دیا۔ شہر پہنچ کر ہارڈی نے ایک ٹیکسی کی اور پندرہ بیس منٹ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

جلدی جلدی الماری کھولی اور پھر وہ ٹرانسمیٹر پر کال کرنے لگا۔ سلسلہ توقع کے مطابق جلد ہی مل گیا۔

ہارڈی اسپیکنگ باس ۔۔۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

یس ۔ کے ۔ ایس ون سائیڈ ۔ اوور

باس میں نے اس احمق کو پکڑ لیا تھا ۔ لیکن ایک اور شخص کی بروقت مداخلت کی وجہ سے وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا

کیا کہتے ہو ۔۔۔ دوسری طرف سے کنگھنے کی سی آواز سنائی دی۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں باس ۔۔۔ ہارڈی ہکلایا ۔۔۔ مجھے افسوس ہے جناب ٹائیگر اس مقابلے میں مارا گیا ۔

تفصیل سے سناؤ واقعہ کیا ہے ؟

جواباً ہارڈی نے عمران کے تعاقب اور حاتم کی مداخلت کے بارے میں مفصل بتاتے ہوئے کہا میں کار کی ڈگی سے بمشکل فرار ہو کر یہاں تک پہنچا ہوں جناب !

ہوں ۔۔۔ تم جلد از جلد میری کارڈن پہنچو ۔ گدھے تم نے حالات بری طرح الجھا دیئے ہیں ۔ دوسری طرف سے جھلائی ہوئی آواز سنائی دی

کیا میں امید رکھوں گا کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے ؟

جواباً دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں آئی۔ ہارڈی نے جلدی سے مائیک کو ٹرانسمیٹر میں ٹھونسا اور تقریباً بھاگتا ہوا عمارت سے باہر نکل گیا۔
باہر آ کر اس نے ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور سے کہا۔ میری گارڈن!
ٹیکسی رات کی تاریکی میں سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی۔ سڑک ویران تھی اس وجہ سے ٹیکسی کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔
ہارڈی اس وقت بڑی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔
اسے خدشہ تھا کہ اس کا چیف اسے سخت سزا دے گا لیکن اس کے برعکس اسے معاف کر دیا گیا۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ عمران سامنے پڑا تو اسے بے دریغ گولی ہی مار دے گا۔
بہر طور جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق وہ اس وقت خاصا خوش تھا۔
میری گارڈن کے مین گیٹ کے سامنے ٹیکسی رک گئی۔ وہ نیچے اترا۔ بل ادا کیا اور ٹہلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔
باغ میں اس وقت بالکل سناٹا تھا۔ روش کے دونوں طرف کھڑے ہوئے کھمبے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شاید بجلی فیل ہو گئی تھی۔
ہارڈی خاموشی سے ایک روش پر چلتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ آس پاس کے ماحول نے اس کے دل میں کئی شبہات پیدا کر دیئے تھے۔
آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں نسبتاً زیادہ اندھیرا تھا۔ وہاں اسے ایک سایہ کھڑا دکھائی دیا۔
ہارڈی تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا۔

میں حاضر ہوں باس ـــــ اس نے سامنے سے کچھ فاصلہ پہ رک کر دیکھی آواز میں کہا۔ سایہ دو قدم اس کی طرف بڑھا۔

عین اسی وقت برابر کے درخت کی شاخیں کڑکڑائیں۔ ہارڈی نے چونک کر اس طرف دیکھا ـــــ اور پھر جلدی سے اس نے جیب سے رومال نکال لیا۔ نہ جانے وہ کیا شے تھی جو سامنے کھڑے ہوئے سائے نے اس کی طرف پھینکی تھی لیسدار سا گاڑھا مادہ اس کے چہرے پہ چپک گیا تھا۔ ہارڈی نے جلدی سے رومال منہ پر پھیرا۔ لیکن لیسدار مادہ صاف ہونے کی بجائے اس کے چہرے پر لیپ ہو گیا۔ اس نے جلدی سے سامنے دیکھا۔ سایہ غائب تھا۔ ہارڈی کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی ـــ اور پھر وہ خوفزدہ آواز میں چیخ اٹھا۔

نہیں ـــــ نہیں ـــــ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے معاف کر دو باس ـــــ مجھے معاف کر دو۔ وہ چیختا رہا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

نہ جانے وہ سایہ اس قدر جلدی کہاں غائب ہو گیا تھا۔

اچانک ہارڈی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پہ بے شمار چیونٹیاں رینگنے لگی ہوں۔ اس چیخ و پکار اور آہ و زاری میں اضافہ ہو گیا۔

پھر اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان ہزاروں چیونٹیوں نے چہرے پہ کاٹنا شروع کر دیا ہو۔ اس نے رومال سے ایک مرتبہ چہرہ رگڑ دیا۔

اس مرتبہ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اسکے گلے میں پھانسی پڑ گئی ـــــ اسے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے باس کے کسی خوفناک ہتھکنڈے کا شکار

گیا ہے۔

اس کا باس اسی قسم کے سائنٹیفک طریقوں سے گروہ کے ان لوگوں کو قتل کر دیتا تھا جو پولیس یا پولیس سے متعلق کسی آدمی کی نگاہوں میں آجاتے تھے۔

اس نے اپنا سر سنبھالنے کی کوشش کی ۔ لیکن یہ کیا ۔ ؟

ایک منٹ بعد اس کی گردن ڈھلک گئی اور اس کی سانسوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اچانک وہی پراسرار سایہ نہ جانے کہاں سے نکل کر اس کے قریب آگیا۔

قریب آکر اس نے ٹارچ روشن کر لی، روشنی ہارڈی کے چہرے پر ڈالی اور پھر اندھیرے میں اس کے منہ سے ایک ہلکا سا قہقہہ نکلا جیسے لاش کو دیکھ کر اسے بڑی خوشی ہوئی ہو۔

سائے نے ہارڈی کی لاش کے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔

چند منٹوں میں اس نے ہارڈی کے کپڑوں کو پہن لیا اور اپنے کپڑے اسے پہنا دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ٹارچ کی روشنی ایک مرتبہ پھر لاش کے چہرے پر ڈالی ۔

روشنی میں لاش کا چہرہ بڑا بھیانک دکھائی دے رہا تھا۔

سائے نے ٹارچ بجھا دی اور اندھیرے میں چلتا ہوا درختوں کے سایوں کے ساتھ مل کر تاریکی میں کہیں غائب ہو گیا۔

ٹررن ـــ ٹررن ـــ ٹررن ـــ

فون کی گھنٹی بجی ـــ فیاض ابھی آفس میں پہنچا ہی تھا اس نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا اور آفیسرانہ لہجے میں بولا۔ فیاض اسپیکنگ!

دو لاشیں پولیس کا انتظار کر رہی ہیں ـــ! ایک آواز آئی ـــ

کیسی لاشیں ـــ فیاض کا فرض ہے۔ ایک لاش بیچ لگژری روڈ پر پڑی ہے اور دوسری میری گارڈن میں ـــ

ہیلو ـــ ہیلو ـــ ہیلو ـــ فیاض نے دھاڑ دھاڑ کر کریڈل کو بار بار دبایا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوئے دیر ہو چکی تھی ـــ

یہ کون الو کا پٹھا تھا صبح ہی صبح ۔ اس نے بڑبڑا کر ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی دوبارہ گنگنا اٹھی ـــ

فیاض دس سائیڈ ـــ وہ غرایا

"میں راجہ سکندر بول رہا ہوں جناب۔ میرٹ پولیس اسٹیشن سے"
دوسری طرف سے ایس ایچ او کی آواز سنائی دی۔
کیا بات ہے سکندر ۔۔۔ فیاض نے نسبتاً نرم لہجے میں دریافت کیا۔
جناب ۔۔ میری گارڈن میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس کے لئے
آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔
اوہ ۔۔ مگر تم خود ہی نپٹ لیتے ۔۔ فیاض نے برا سا منہ بنایا۔
مگر جناب لاش غیر معمولی ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی ۔۔
غیر معمولی سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ فیاض نے چونک کر پوچھا۔
میرا مطلب ہے جناب یہ واردات کوئی معمولی نہیں ہے۔ صرف
لاش کا چہرہ ہی ناقابل شناخت ہے ویسے پورا جسم ٹھیک حالت میں
ہے اور کہیں زخم کا نشان نہیں ہے میرا خیال ہے آپ لاش کا معائنہ
کرلیں تاکہ اٹھوائی جائے۔
ہوں تم میرا انتظار کرو ۔ میں آتا ہوں ۔۔ فیاض نے یہ کہکر رسیور
رکھ دیا اور برا سا منہ بنائے کیپ درست کرتا باہر آگیا۔
ٹھیک دس منٹ بعد وہ پولیس کار میں میری گارڈن پہنچ گیا۔
گارڈن کے دروازے پر پولیس کے چند سپاہی متعین تھے۔ جو لوگوں
کو اندر جانے سے روکے ہوئے تھے۔
فیاض کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر سپاہیوں کی ایڑیاں بجتی چلی گئیں۔
ایک شان بے نیازی سے فیاض ان کے سلیوٹ کا جواب دیتا ہوا

ہ داخل ہوا۔ تیز تیز چلتا ہوا وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں پولیس والوں نے لاش
کو گھیرا ڈال رکھا تھا۔ فیاض کو دیکھ کر ایک ایس۔ ایچ او تقریباً بھاگتا
ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔
اس نے فیاض کو سیلوٹ کیا۔ فیاض جواب دیتا ہوا لاش کے قریب
پہنچ گیا۔ ایک سپاہی نے لاش کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔
فیاض نے جھک کر دیکھا ——— اور پھر چونک کر پیچھے ہٹ
گیا ———
کس قدر بھیانک تھا وہ چہرہ ——— فیاض نے آج تک اتنی خوفناک
صورت نہیں دیکھی تھی ——— نہ جانے مجرم نے کون سی شئے استعمال کی تھی۔
لاش کے چہرے پر سینکڑوں باریک سوراخ تھے۔ ایسے جیسے
ہزاروں سوئیاں اس کے چہرے پر کسی ذریعہ سے ماری گئی تھیں اور سوئیاں
دوسری طرف سے نکل گئی ہوں ———
ناک اور ہونٹ گل کر لٹک گئے تھے۔ آنکھوں کا نام و نشان تک
نہیں تھا۔ صرف دو گڑھے تھے۔ دونوں رخساروں پر سیاہ رنگ کی لکیریں
تھیں۔ جیسے آنکھیں بہہ گئی ہوں۔
لاش کی تلاشی لی۔ فیاض نے انچارج سے پوچھا۔
نہیں جناب۔ آپ کا انتظار تھا ابھی دیکھتا ہوں۔ انچارج
نے جلدی سے کہا اور جھک کر لاش کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔
ایک پرس اور چند وزٹنگ کارڈ جیب سے برآمد ہوئے جنہیں انچارج

نے فیاض کے حوالے کر دیا۔

فیاض نے پرس کھولا۔ دو سو روپے اور کچھ ریزگاری تھی — وزیٹنگ کارڈ دیکھ کر فیاض نے پڑھا —

کیرا شولا —

فیاض زیرِ لب بڑبڑایا — "کیرا شولا" — اور پھر چونک اٹھا۔

ابھی پچھلے دنوں ہوٹل ڈی فرانس میں خنجر بازی کا مظاہرہ ہوا تھا۔ کچھ یاد ہے تمہیں — فیاض نے انچارج کی طرف دیکھ کر شرلاک ہومز کی سنجیدگی کو بھی مات کرتے ہوئے دریافت کیا۔

یس سر — مجھے یاد ہے خنجر پھینکنے والے کا نام کیرا شولا ہی تھا —

ہوں — فیاض کچھ دیر سوچتا رہا پھر نہ جانے کیا سوجھی کہ ایک دم پرجوش لہجے میں بولا۔ سکندر تم فنگر پرنٹس کے عملے کو فون کر کے لاش پوسٹ مارٹم کے لئے اٹھوا دو۔ میں ہوٹل ڈی فرانس جا رہا ہوں۔!

آپ کا کیا خیال ہے جناب — یہ لاش کیرا شولا کی ہے۔

بے شک — اسی کی ہے۔ ابھی ثبوت مل جاتا ہے۔ فیاض عالمِ جوش میں دیوار "تقریباً" پھلانگتا ہوا سرکاری جیپ تک پہنچا۔

چند منٹ بعد اس کی جیپ سائرن بجاتی ہوئی آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی سڑکوں پر بھاگ رہی تھی —

جیپ ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ فیاض کود کر نیچے اترا اس کے

بعد ایک پولیس انسپکٹر اور تین سپاہی بھی چھلانگیں لگا کر اترے۔

فیاض ہوٹل میں داخل ہوا۔ شاید پولیس کے آنے کی اطلاع مینجر کو بھی مل گئی تھی وہ بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف لپکا اور کاؤنٹر کے عین سامنے فیاض سے آن ٹکرایا ——— فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

اپنی حالت کو سنبھالو ——— میں کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ فیاض نے مینجر کی بوکھلاہٹ پر اکڑتے ہوئے مشورہ دیا۔

جی — جی — فرمائیے مینجر نے خود کو پرسکون ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

پچھلے دنوں ایک پرتگالی طائفہ یہاں مظاہرہ کر رہا تھا۔

جی ہاں ——— وہ لوگ ابھی تک یہیں مقیم ہیں ———

ہوں — کیا اسی ہوٹل میں؟

جی ہاں — ہوٹل کی انتظامیہ نے مسٹر کیراشولا سے دو ماہ کا ایگریمنٹ کیا تھا۔

یہ کیراشولا کون تھا — ؟

کون تھا — اس سے آپ کا کیا مطلب ہے جناب ——— اس سوال پر مینجر حیرانگی سے فیاض کا منہ تکنے لگا۔

براہ کرم پہلے میرے سوالات کا جواب دے لیں — فیاض نے برا سا منہ بنایا۔

کیراشولا مالک ہے جناب —!

کیا وہ اور اس کے تمام ساتھی اس وقت ہوٹل میں موجود ہیں۔

موجود ہونا تو چاہیئے جناب ۔!

چلو کیرا شولا کے کمرے تک ۔۔۔ فیاض نے مینجر کو اشارہ کیا اور مینجر گھبرایا ہوا جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ لفٹ کے ذریعہ لوگ تھرڈ فلور پر پہنچے ۔

روم نمبر 316 ۔۔۔ مینجر بڑبڑایا ۔ اور پھر وہ ایک دروازے کے سامنے رک کر دستک دینے لگا۔

اندر سے کوئی جواب نہ ملا ۔

فیاض نے آگے بڑھ کر ذرا سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا ۔

اندر بدستور خاموشی چھائی رہی ۔۔ البتہ پڑوس کے کمروں سے ایک لڑکی اور دو آدمی نکل کر ان کے قریب آگئے ۔

فیاض نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر داخل ہو گیا ۔ کمرے میں کوئی نہ تھا ۔۔ باتھ روم وغیرہ بھی دیکھ لئے گئے۔ لیکن کیرا شولا کا کچھ پتہ نہیں چلا ۔۔!

ہوں ۔۔۔ فیاض نے ایک طویل سانس لے کر ان دو آدمیوں کی طرف دیکھا جو اب اندر آچکے تھے ۔

تم لوگوں نے کیرا شولا کو کب سے نہیں دیکھا۔

جی ۔۔۔ وہ رات دس بجے تک ہمارے ساتھ تھے ۔ ایک نے جواب دیا۔

پچھلے چند دنوں سے تم نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کی ۔۔!

تبدیلی ۔۔ دوسرا شخص چونک کر بولا ۔۔ جج ۔ جی ہاں ۔۔ وہ چند دنوں

کھوئے سے رہتے ہیں ——

کوئی خاص وجہ —— ؟

دراصل جب سے احمق سے نوجوان نے انہیں شکست دی ہے وہ بہت زیادہ پیچھے رہتے ہیں۔

احمق نوجوان —— فیاض چونکا —— کیا تم اس کا حلیہ بیان کر سکتے ہو۔

جواباً اس شخص نے جو حلیہ بیان کیا تھا وہ سوفی صد عمران کا تھا۔ فیاض کی پیشانی پر سلوٹوں کی تہیں گہری ہو گئیں ——

کیا یہ واقعہ اسی ہوٹل کی اسٹیج پر پیش آیا تھا ——؟

جی ہاں ۔ مسٹر کیرا شولا اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ اس شخص نے اسے چیلنج کر دیا۔ ہوٹل کی انتظامیہ اور خود کیرا شولا کی مخالفت کے باوجود وہ اڑا رہا کہ اس پر خنجر پھینکے جائیں۔

پھر کیا ہوا فیاض نے نائب سے دریافت کیا ——

اس احمق نوجوان نے خنجروں کے تمام وار خالی کر دیئے انتہائی دلچسپی اور حیرتناک کھیل پیش کیا تھا۔ منیجر نے اسے تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

ہوں آپ کا کیا خیال ہے کیا کیرا شولا انتقامی کاروائی پہ اتر آیا ہوگا۔

نہیں جناب —— کبھی نہیں —— کیرا شولا بڑا فراخدل آدمی ہے۔

اس احمق کے بارے میں اور کوئی بات ہے ؟

میرا خیال ہے وہ کسی سرکس کا مسخرہ تھا جناب —— اس کے کپڑے کچھ ایسے ہی اوٹ پٹانگ تھے۔

اچھا — فیاض نے ایک طویل سانس بھر کر کہا۔ تم لوگوں میں سے کوئی جا کر اس لاش کو شناخت کرے جو میری گارڈن میں پائی گئی ہے!

جج جی — کیا وہ کیرا شولا کی لاش ہے؟

سوری مسٹر — آپ ہی دیکھ کر بتا سکیں گے۔ ویسے اس کا چہرہ مسخ ہو چکا ہے —! فیاض نے بتایا اور تیزی سے نیچے آ گیا۔

ان لوگوں میں سے کوئی بھی ہوٹل چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ فیاض نے منیجر کو کہا اور چند سپاہی نگرانی کے لئے وہاں منگوا لئے۔

فیاض کے ذہن میں بار بار ایک ہی خیال چکرا رہا تھا کہ کیا عمران نے کسی کا آلہ کار بن کر کیرا شولا کو چیلنج کیا تھا یا پھر خود اسی کے ذہن کی ایک حماقت تھی۔

خاصی دیر کی مغز ماری کے بعد جب اسے کچھ سجھائی نہ دیا تو اس نے جھلا کر جیپ اسٹارٹ کی اور عمران کے فلیٹ پر چڑھ دوڑا۔

عمران نے مسلسل بجتی ہوئی اطلاعی گھنٹی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور لگا سلیمان کو آوازیں دینے ۔

ابے او سلیمان ـــــ سلیمان بھائی ـــــ الو کے پٹھے ـــــ

دیکھئے صاحب ـ

دکھایئے ـ عمران نے جلدی سے سلیمان کا فقرہ اچک لیا ـ سلیمان کا منہ لٹک گیا اور وہ زیر لب نہ جانے کیا کیا بڑبڑانے لگا ـ

میں پوچھتا ہوں یہ بلی کے گلے میں گھنٹی کس نے باندھی ہے ـ ؟

بلی کے گلے میں گھنٹی ـ سلیمان نے ہونقوں کی طرح منہ پھاڑا ـــ

عین اسی وقت کال بیل دوبارہ ٹررن ـ ٹررن بجنے لگی ـ

کیوں ـــ سنی تم نے یا نہیں ـ عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا ـ

یہ تو دروازے کی گھنٹی ہے صاحب ـ سلیمان نے جھلا کر کہا اور جلدی جا کر دروازہ کھول دیا ـ

عمران صاحب ہیں ۔۔۔ باہر حاتم کھڑا تھا ۔
آیئے جناب ۔۔ نہ جانے آپ کو کون اطلاع دے دیتا ہے ؟
سلیمان بڑبڑایا ۔ لیکن حاتم نے اس کی بات سن ہی لی ۔
کس بات کی اطلاع سلیمان صاحب ۔۔۔ ؟ حاتم مسکرایا ۔
یہی کہ آج میں کہیں سے ٹکرانے آیا ہوں ۔
اچھا ویری گڈ ۔۔ حاتم جلدی سے اندر آگیا ۔ جلدی کا سے چائے
بنا لاؤ ۔ اب تو میری طبیعت بھی چاہنے لگی ہے ۔!
سلیمان نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کچن میں چلا گیا ۔۔
حاتم سٹنگ روم میں آیا ۔۔ عمران ایک صوفے پہ بیٹھا ہوا تھ
حاتم نے ایک نظر عمران کی طرف دیکھا اور پھر لپک کر عمران کے پاس
پہنچ گیا ۔۔
اس وقت حاتم بری طرح بوکھلا گیا ۔۔۔ کیونکہ عمران ٹکٹک
باندھے سامنے کی دیوار کو گھور رہا تھا ۔
معاملہ اگر محض گھورنے تک ہی محدود ہوتا تو خیر ۔۔۔ لیکن
یہ تھی کہ عمران کی آنکھوں سے آنسو گر کر اس کے گالوں پہ بہہ رہے تھے
کیا ہوا عمران صاحب ۔۔ حاتم نے گڑبڑا کر معلوم کیا ۔
کچھ تو بتائیے ۔۔ آخر ایسا کونسا حادثہ ہو گیا کہ آپ رونے بیٹھ
اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملا ۔
حاتم کی حالت دیدنی تھی ۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا

کے آنسوؤں کو کیسے خشک کرے۔

تقریباً پانچ منٹ بعد عمران سیدھا ہو کر بیٹھ رہا۔ اس نے جیب سے رومال نکالا اور آنسو پونچھنے لگا — پھر اس کی نظر حاتم پر پڑی۔

اس مرتبہ تو حاتم اور بھی چکرا گیا۔ عمران نے خوشی سے باچھیں پھیلا کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا — کچھ دیر پہلے آنکھوں سے بہنے والے سیل رواں کا دور دور پتہ نہیں تھا۔

نہ جانے کیا بات ہے کبھی کبھار میری آنکھوں سے یہ پانی کیوں بہنے لگتا ہے؟

عمران کے اس انکشاف پر حاتم نے اسے مزید توجہ سے دیکھا اور پھر ایک جھینی جھینی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

آپ نے تو مجھے پریشان کر دیا تھا عمران صاحب

ارے اس کی کیا ضرورت تھی — عمران نے انتہائی انکساری کا اظہار کیا۔

عین اسی وقت اطلاعی گھنٹی زور سے بجی اور پھر مسلسل بجتی ہی چلی گئی۔

گھنٹی بجانے والا بٹن کو دبانے میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

حاتم نے عمران کی طرف اور عمران نے کچن کی طرف دیکھا جہاں سے سلیمان آندھی اور طوفان کی طرح نکل کر بیرونی دروازے کی طرف لپکا تھا۔

سلیمان نے پوری قوت سے دروازے کے دونوں پٹ اپنی طرف کھینچ لئے۔ گھنٹی اس وقت بھی بج رہی تھی۔

اوہ — کپتان صاحب۔ سلیمان کا سارا غصہ رفوچکر ہو گیا۔

عمران بہت گھر پر۔ فیاض کی غراہٹ سنائی دی۔

جل تو جلال تو ـــــ عمران نے جلدی سے ورد شروع کر دیا۔

فیاض ہوا کے جھونکے کی طرح اندر گھس آیا۔

عمران کے ساتھ ایک نئے چہرے کو دیکھ کر وہ لمحہ بھر کے لئے ٹھٹھکا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حاتم کو نظر انداز کرتے ہوئے غرایا۔

کل رات تم کہاں تھے ؟

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے تو بکھیر میں تھا ۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

میں سنجیدگی سے دریافت کر رہا ہوں عمران ۔ تم اس وقت خود کو زیر حراست خیال کرو ۔

کک ۔ کس ۔ جرم میں ـــ عمران کی تو جیسے جان ہی نکل گئی ـــ

تم پر ایک قتل کا کیس ثابت ہوتے جا رہا ہے ـــ !

اوہ ماشاء اللہ ـــــ اپنی بلی اپنے سے ہی میاؤں ـــ عمران نے اسے چڑھاتے ہوئے تان لگائی ۔ فیاض نے پاؤں پٹخا اور دھاڑا ـ

میری گارڈن سے کیرا شولا کی لاش برآمد ہو چکی ہے ؟

کیرا شولا ـــــ حاتم اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

جی ہاں ـــ کیرا شولا ـــ اس مرتبہ فیاض غلم و گھود رہا تھا ۔

اوہ ـــ حاتم نے ایک طویل سانس لی اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

آپ کی تعریف ـــــ فیاض شاید حاتم کے چونکنے پر اسے بھی مشکوک

سمجھنے لگا تھا۔

عمران صاحب میرے دوستوں میں سے ہیں۔ حاتم نے فیاض کے روییے کو محسوس کرتے ہوئے سخت لہجے میں جواب دیا۔ ظاہر ہے فیاض ٹھٹھک گیا ہوگا۔

دیکھئے مسٹر۔۔۔ آپ سیدھی طرح اپنا تعارف کروا دیں ورنہ۔!

ورنہ کیا۔۔۔ حاتم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

ورنہ آپ کو کوتوالی میں اپنی پوزیشن صاف کرنی ہوگی۔

اوہ۔۔۔ تم شاید کسی خاص غلط فہمی میں مبتلا ہو۔۔۔ حاتم مسکرایا۔

حاتم کے مسکرانے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔۔۔ فیاض نے حاتم کو نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ عمران کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

تم نے کیرا شولا کو چیلنج کیا تھا۔؟

یہ تو کوئی جرم نہیں کیپٹن۔۔۔ اس مرتبہ بھی حاتم ہی بول اٹھا۔

فیاض نے قہر آلود نگاہوں سے حاتم کو دیکھا۔

عمران اس وقت منہ لٹکائے مراقبہ میں بیٹھا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے حاتم اور فیاض کی چپقلش کی اسے کانوں کان خبر نہیں۔

جی ہاں۔ کسی کو چیلنج کرنا جرم نہیں لیکن پولیس کی تفتیشی کاروائی میں دخل اندازی ایک جرم ہے جس کی سزا آپ کو معلوم نہ ہو تو میں بتا دوں۔

اس مرتبہ فیاض کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔

اوہ یہ خوب تفتیش ہے۔ میرا خیال ہے کسی ملزم سے بازپرس کرنے

کے لئے سب سے موزوں جگہ ملزم کا گھر ہی ہوسکتی ہے!

کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر ملزم کو کوتوالی کھینچ لایا جائے۔

جی ہاں — اس طرح جیب گرم کرنے کا ایک اچھا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

شٹ اپ — فیاض تلملا کر حلق کے بل چیخ اٹھا۔ اگر اس مرتبہ آپ نے ہماری گفتگو کے درمیان کسی قسم کی مداخلت کی تو میں بے دریغ ہتھکڑیاں لگا دوں گا —!

میرا خیال ہے آپ خواہ ایک سرکاری کام میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں۔

سرکاری — اوہ — کیا آپ کی کوئی سرکاری اہمیت بھی ہے، فیاض کا انداز حد درجہ مضحکہ اڑانے والا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے — حاتم نے اپنے کوٹ کا دایاں کالر الٹ دیا۔

فیاض یوں ٹھٹکا جیسے اسے بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو۔ حاتم نے کالر درست کر دیا اور فیاض کو سرد لہجے میں کہا۔

آپ باہر تشریف رکھیں۔ جب میں اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاؤں تو تشریف لا کر اطمینان سے تفتیش کر لیجئے گا۔

فیاض لٹو کی طرح گھوما اور تیز تیز چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

ارے واہ — لاحول پڑھنے سے کہیں نہیں بھاگتا تھا اب آئندہ تمہارا نام لوں گا جلدی جان چھوٹ جایا کرے گی۔

سنجیدگی سے عمران صاحب۔ معاملہ کیا شولا کا ہے؟ حاتم نے اسے
سنجیدہ دیکھ کر بڑا سا منہ بنایا۔

ہوں ۔۔ اس مرتبہ عمران واقعی سنجیدہ ہو گیا۔ پھر وہ اٹھا اور قریب
ہوئے فون پر اس تیزی سے کسی کے نمبر ڈائیل کئے کہ حاتم دیکھ ہی نہ سکا۔
دوسری طرف ایک لمحے تک گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی، پھر کسی نے
ریسیور اٹھا لیا تھا۔

ایکسٹو ۔۔۔ دوسری طرف سے خشک لہجے میں آواز دی۔

میں عمران بول رہا ہوں ۔۔۔ طاہر۔ یار ایک تکلیف دینا ہے تمہیں۔؟
عمران نے اس طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کیا جیسے کسی بہت ہی گہرے دوست
سے گفتگو کر رہا ہوں۔

جی ۔۔ فرمائیے۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو شاید اس کا مطلب
سمجھ گیا تھا۔ میری گاڑی سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے، ذرا اس سلسلے
میں تفصیلات کا پتہ کر کے بتا سکو تو تمہارے ہونہار بچوں کو دعا دوں گا۔

بہتر ہے جناب ۔۔۔ میرا خیال ہے صفدر کو بھیج دوں۔

اوہ مہربانی ۔۔ بڑی مہربانی۔ اسی فون پر انتظار کروں گا، عمران
نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا اور حاتم کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

یہ طاہر صاحب کون ہیں ۔۔ حاتم نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے
سوال کیا۔

... ایک لنگوٹیا ہے۔ اخبار والا ہے۔ جلدی معلوم کر کے بتا دوں گا۔

ویری گڈ ـــــ ویسے آپ کا کیا خیال ہے ۔ لاش واقعی کیرا شولا کی ہو گی ۔ ؟

ابھی کچھ دیر میں معلوم ہو جاتا ہے ؟

میرا خیال ہے ساحلی سڑک والی لاش بھی مل گئی ہو گی ۔

دو لاشوں کا ناشتہ فیاض کا دماغ ہمیشہ الٹ دیتا ہے ۔ میرا خیال تو ہے ۔ یری گارڈن والا قتل کچھ غیر معمولی ہے ۔ ورنہ فیاض یہاں نہ بھاگا آتا ۔

غیر معمولی سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟

ابھی معلوم ہو جاتا ہے ۔ عمران نے دزدیدانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا ۔

ٹررن ۔ ٹررن ۔ ٹررن ۔

فون کی گھنٹی بجی ـــ عمران نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا ۔

شمس العارفین صحافی ـــــ کہاں آؤں ۔

دو گھنٹے کے اندر اندر کیرا شولا کے بارے میں اپنا بیان فیاض کو لکھوا دو ۔ سری طرف سے سخت اور تحکمانہ آواز سن کر عمران کی سٹی گم ہو گئی ۔

ہم مگر ـــ ڈیڈی ـــ اگر فیاض نے اندازِ بیان سے مجھے دلی سمجھ لیا تو ؟

بکواس بند کرو ـــ جو کہا گیا ہے وہ کرو ـــــ رحمان صاحب نے ٹا اور سلسلہ منقطع ہو گیا ۔ عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر ریسیور دیا ۔

کون تھا ـــ ؟ حاتم نے پوچھا ۔

ایک ایسا شخص جو افسرانہ اختیارات کے بجائے ڈیڈی پن کے حقوق استعمال کرنے کا عادی ہے۔ مسٹر رحمٰن بدر علی عمران ۔

اوہ ۔۔ فیاض نے جا کر کان بھرے ہوں گے ۔ حاتم نے برا سا منہ بنایا

دیکھا جائے گا ۔۔ عمران یہ کہہ کر دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہوگیا ۔

ابھی ابھی صفدر کی کال آئی ہے جناب ۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو بول رہا تھا ۔۔ ؟

میری گارڈن سے ایک لاش ملی ہے جس کا چہرہ ناقابل شناخت ہے ؟

کیا مطلب مسخ کر دیا گیا ہے ۔

نہیں جناب بلکہ سوئی جتنے باریک سوراخ پورے چہرے پر ہیں ۔ ناک وہ ہونٹ یہاں تک کہ آنکھوں کا ابھار بھی گل چکا ہے ۔۔ !

لیکن فیاض نے تو اس کے کیراشولا ہونے کا اعلان کیا ہے ۔

دراصل اسے لاش کی تلاشی لیتے وقت کیراشولا کے کچھ وزٹنگ کارڈ ملے تھے۔ پھر اس نے ہوٹل ڈی فرانس سے تصدیق کر لی ہے۔ کیراشولا کل رات سے ہی غائب ہے ؟

ہوں ۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کیا ہے ۔۔ ؟

ذرا ایک منٹ جناب ۔ میں نے اس کے لئے جولیا کو متعین کیا تھا ۔ فون کی گھنٹی بج رہی ہے ۔ میرا خیال ہے اسی کی کال ہے ۔ آپ ہولڈ کریں ۔

عمران ایک طویل سانس لے کر انتظار کرنے لگا ۔

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھانے کی آواز آئی تو عمران متوجہ

لاش کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے جناب

کیا تفصیلات موصول ہوئیں۔؟

جولیا کی رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ موت دماغی رگ پھٹ جانے سے واقع ہوئی ہے۔

کیا ۔۔۔؟ عمران نے حیرت کا اظہار کیا۔

جی ہاں جناب ۔۔۔ چہرے کے علاوہ پورے جسم پر کہیں ایک بھی نشان نہیں ہے ڈاکٹر چہرے کے سوراخوں اور کچھ حصوں کے گل جانے کی وجہ دریافت نہیں کر سکا۔

ہوں ۔۔۔ اچھا میں پھر فون کروں گا۔

عمران نے ریسیور رکھ کر حاتم کی طرف دیکھا جو حد درجہ بے اطمینانی سے حالات دریافت کرنے کا منتظر تھا۔

عمران نے اسے لاش کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جو بلیک زیرو سے معلوم ہوا تھا۔

لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ وہ لاش کیرا اشولا کی ہی ہو۔؟

ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی چال ہو۔ یہ کہہ کر عمران اونگھ گیا۔ حاتم نے دو ایک بار اسے پکارا لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

حاتم مسکرا کر اٹھ گیا ۔۔۔ وہ سمجھ گیا کہ اس میں بھی عمران کی کوئی چال ہے اور وہ چال اس کے علاوہ کیا ہو سکتی تھی کہ وہ تخلیہ چاہتا ہے۔

حاتم میجر زیدی کے میک اپ روم میں بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کرنے میں مصروف تھا۔ اچانک واچ ٹرانسمیٹر پہ ایک ہندسہ اسپارک کرنے لگا۔

وہ اٹھ کر ٹائلٹ میں پہنچ گیا ـــ دروازہ اچھی طرح بند کر کے اس نے چابی باہر کھینچ لیا۔ زیدی دس اینڈ ـــ آور ـ

کے ـ ایس ـــ ایک دھیمی سی آواز سنائی دی ـ کیش تمہارے اکاؤنٹ میں ڈیپازٹ کرا دیا گیا ہے ـ

شکریہ ـــ حاتم نے مختصر سا جواب دیا ـ

تم نے ایک خفیہ فوجی ایئر پورٹ کی فائل کے لئے بتایا تھا ـ

ہاں بتایا تو تھا ـــ دو روز میں مل سکتی ہے۔ حاتم کے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں ـــ

نہیں سودا کر لو ـــ کیش اٹھا لو اور ابھی دو گھنٹے بعد فائل پہنچا دو ـ

تمہارا مطلب ہے اصلی پہنچا دوں ۔!

ہاں ۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا ۔!

ہوں ۔۔ دو لاکھ سے کم نہیں ہوں گے ۔ حاتم بولا ۔

اوکے ۔۔ فائل لے کر تم ہیرا ڈائز کارنر پر موجود رہنا ۔۔!

اوہ ۔۔ کیا طریقہ کار بدل دیا گیا ہے ۔ اس کے بعد ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے ۔

اچھا ۔۔ حاتم نے ایک طویل سانس لی ۔

وقت ساڑھے دس یاد رکھنا! دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حاتم ٹائلٹ سے باہر آیا ۔۔ آفس میں آکر اس سپاہی کو بلایا جو بطور اردلی اس کے آفس کے لئے متعین تھا۔

کیا تمہیں کسی قسم کا پیغام ملا ہے ۔۔!

ہاں جناب! ۔۔ لیکن اس مرتبہ ہارڈی کی بجائے کوئی کے ایس بول رہا تھا۔

کیا کہا اس نے ۔۔؟

دو گھنٹے بعد کیپٹن حاتم علی کے بنگلے میں پہنچو ۔۔

وہ کیوں ۔۔ ؟ اب تو حاتم کو بھی چکر آنے لگے۔

معلوم نہیں جناب ۔۔ یہی کہا گیا ہے کہ تفصیلات کا علم وہیں سے ہو گا۔

یس سر ۔۔ لیکن یہ کیا گ ہے ۔

معلوم نہیں ـــــ میرے بارے میں کوئی کال آئے تو کہہ دینا کہ کام کر رہا ہوں۔ حاتم یہ کہہ کر جلدی جلدی چلتا ہوا میجر زیدی کے بنگلے پر پہنچا۔ دروازہ کھولا اور پھرتی سے سارے بنگلے کی تلاشی لے ڈالی۔ کوئی چیز اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی نہیں تھی ۔

حاتم نے گھڑی پر وقت دیکھا ۔ فائل کے پہنچانے کے لئے صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا ۔

کچھ دیر غور کرنے کے بعد حاتم نے تیزی سے میجر زیدی کا میک اپ ختم کر دیا اور ایک نیا میک اپ کرکے عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس مرتبہ اس کا رخ اپنے بنگلے کی طرف تھا ۔

بیرونی دروازہ کھول کر وہ جلدی سے بیڈروم کے دروازے کی طرح لپکا ۔ دروازہ بند تھا ۔ اس نے چابی نکال کر کی ہول میں گھمائی ۔ تالہ ایک کلک کی آواز سے کھل گیا ۔

حاتم نے دروازے کے خفیہ کی ہول میں بھی چابی گھما کر تالے کو کھولا اور دروازہ دھکیلتا ہوا داخل ہو گیا ۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے سامنے دیکھا ـــ اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ میجر زیدی کی آنکھیں خوف سے پھٹی پھٹی تھیں ـــ منہ یوں کھلا ہوا تھا جیسے سامنے کسی غیر متوقع ہستی کو دیکھ لیا ہو ـــ

ایک گول سوراخ اس کی پیشانی پر موجود تھا ۔

حاتم نے ایک ہی نظر میں پورے بیڈروم کا جائزہ لیا ۔ ہر چیز اپنی جگہ پر

موجود تھی۔ وہ سائیڈ روم میں آیا اور ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

ابھی اس نے دو نمبر ہی ڈائل کئے تھے کہ اس نے کریڈل دبا دیا۔ ریسیور واپس کریڈل میں ڈال کر اس نے ریسیور کا غور سے جائزہ لیا۔ ماؤتھ پیس کا سوراخ دار ڈھکنا کھول دیا۔

ڈھکنا کھول کر اس نے تاروں کو بغور دیکھا اور پھر اس کے تپلے تپلے ہونٹ مسکراہٹ سے پھیل گئے۔ اس نے ایک چھوٹا سا تار الگ کر دیا۔ یہ تار ماؤتھ پیس کے دائرے سے منسلک کیا گیا تھا۔

تار کو الگ کرنے کے بعد اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ اور ایک جگہ قالین کے نیچے سے ڈکٹا فون کا ریسیور بھی نکال لیا۔ ڈکٹا فون کی دیوار کے ساتھ ساتھ ٹائلٹ تک چلی گئی تھی۔

حاتم نے تار کا آخری سرا تلاش کیا اور پھر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ دوسرا سرا ایک ٹیپ سے منسلک تھا۔ یہ ٹیپ ریکارڈ ایک دیا سلائی کی ڈبیہ کے برابر تھا۔ حاتم نے ٹیپ ریکارڈ وہاں سے اٹھا لیا۔

اب وہ تیزی سے دوبارہ فون تک آیا۔ اس نے پھرتی سے عمران کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

حاتم نے عمران کو تازہ ترین حالات سے آگاہ کیا۔ دوسری طرف سے فون بند کر کے اس نے دوبارہ وقت دیکھا۔ ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ حاتم نے بیڈ روم میں آ کر میجر زیدی کی لاش کو ایک بڑے اٹیچی میں بند

کیا۔ اور کمرہ درست کر کے وہ دوبارہ زیدی کے بنگلے پہنچ گیا۔

عقبی دروازہ کھول کر وہ اندر گھس گیا۔

زیدی کی لاش کو نکال کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔۔ اور سختی سے دوبارہ باندھ دیا۔۔ اپنی انگلیوں کے نشانات خوب دیکھ بھال کر متوقع جگہوں سے صاف کر دیئے۔ اور باہر نکل آیا۔

اب اس کا ذہن تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا۔

فائل پہنچانے کے وقت میں پون گھنٹہ باقی تھا۔

پندرہ منٹ میں وہ اس عالیشان عمارت کے مین گیٹ پر پہنچ گیا۔

جس کا پتہ عمران نے فون پر بتایا تھا۔ حاتم نے دیکھا مین گیٹ پر عمارت کا نام لکھا ہوا تھا۔۔ رانا پیلس!

حاتم کی موٹر سائیکل کو دیکھ کر گیٹ کھل گیا۔ اور اسے ایک طویل القامت نیگرو دکھائی دیا۔ جس کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ خاکی یونیفارم میں ملبوس تھا۔ اور اس کے دونوں ہولسٹروں میں ریوالور لٹک رہے تھے۔

نیگرو نے اسے اشارے سے اندر آنے کو کہا ۔۔۔ حاتم اندر داخل ہو گیا تو اس نے گیٹ دوبارہ بند کر لیا اور حاتم کو لے کر عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔۔ وہاں عمران موجود تھا۔

میرے دوست مسٹر صفدر سعید ۔۔۔ عمران نے ایک نئے آدمی سے حاتم کو متعارف کرایا۔ حاتم نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا

پلیز ڈوسی یو —

سیم ٹو می — صفدر نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ دبا دیا۔

میرا خیال ہے اب وقت بہت کم ہے۔ فوراً میجر زیدی کا میک اپ صفدر پر کر دو۔ میں نے تمہاری جگہ اسے روانہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔

اوہ — اس طرح ہم واقعی اس کا سراغ لگا لیں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں صفدر کا تعاقب کرنا ہوگا۔

نہیں۔ یہیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہو جائے گا۔ عمران نے جواب دیا۔

حاتم نے دریافت کیا کہ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے تو عمران نے گوبھی کی کاشت پر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جس سے گھبرا کر حاتم جلدی جلدی صفدر کے چہرے پر میک اپ کرنے بیٹھ گیا۔

صفدر پر میجر زیدی کا میک اپ ہو گیا تو عمران نے ایک فائل نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ حاتم نے فائل اٹھا کر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔

یہ فائل ایک عجیب و غریب تحریر میں لکھی ہوئی تھی۔ اس تحریر کا ایک لفظ بھی حاتم کے پلے نہیں پڑا۔

یہ کونسی زبان ہے عمران صاحب —!

مریخی — عمران نے مختصر سا جواب دیا — حاتم سمجھ گیا کہ عمران کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں ہے۔ اس لئے خاموش ہو گیا —

عمران نے جیب سے ایک بوتل نکالی۔ اس بوتل میں ایک سنہرے

ـ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

تھوڑی سی روئی اس سیال میں ڈبو کر عمران نے فائل کے ہر صفحے
پھیرنی شروع کر دی۔ سیال ایک لمحے کے لئے سنہرا سا دکھائی
پھر جیسے کاغذ میں جذب ہو کر غائب ہو گیا۔

حاتم اور صفدر خاموشی سے اس ساری کارروائی کو دیکھنے میں مصروف
ـ

عمران نے فائل کی طرف سے فارغ ہو کر گھڑی پر وقت دیکھا پھر
ر کو فائل دیتے ہوئے بولا ۔۔۔ حاتم کی موٹر سائیکل لے جاؤ اور
یاری سے کام کرنا۔

آپ فکر نہ کریں عمران صاحب ۔۔۔ صفدر نے اسے تسلی دی۔
کیسے فکر نہ کروں برخوردار ۔۔۔ عمران نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

ر صفدر دونوں ہنس پڑے۔

صفدر فائل لے کر چلا گیا۔

عمران نے حاتم کا ہاتھ پکڑا اور اسے رانا پیلس کے تہہ خانے میں لے آیا۔
تہہ خانہ تاریک تھا۔ عمران نے سوئچ آن کر کے روشنی کی تو حاتم نے
خانے میں ایک طرف بڑی سی مشین تھی جس پہ دو چرخیاں لگی ہوئی
ـ

ین کے بالکل سامنے ایک اسکرین تھی۔
ران نے مشین کا ایک بٹن آن کر دیا۔ اور حاتم کے منہ سے حیرت زدگی۔

کی سیٹی نکل گئی ۔ سامنے اسکرین پر صفدر دکھائی دے رہا تھا ۔ صفدر اس وقت میجر زیدی کے میک اپ میں تھا ۔ اور حاتم کی موٹر سائیکل پر تیز رفتاری سے ایک سڑک پر اڑا جا رہا تھا ۔

واقعی عمران صاحب یہ تو جادوگری ہے ۔

دیکھتے جاؤ ۔ عمران نے درویشانہ انداز میں سر ہلا دیا ۔ اس مشین کی ایک خصوصیت اور دیکھو گے تو کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤ گے اور پکارتے پھرو گے ۔ لیلیٰ لیلیٰ پکاروں میں بن میں ۔

اس کے بعد عمران نے باقاعدہ گا کر منظر کشی کی تو حاتم نے جلدی سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں ۔

سکرین پر صفدر موٹر سائیکل دوڑاتا دکھائی دے رہا تھا ۔

ہیرا ڈانز کارنر پہنچ کر وہ رک گیا ۔ صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھا اور ایک طرف موٹر سائیکل روک کر انتظار کرنے لگا ۔

عمران اور حاتم خاموشی سے سکرین پر صفدر کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھنے میں مصروف تھے ، صفدر اس وقت بھی سڑک کے کنارے کھڑا تھا ۔

اچانک ایک سیاہ رنگ کی کار اس کے قریب رکتی دکھائی دی ۔

حاتم نے غور سے دیکھا ۔ کار میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا ۔ کار صفدر کے قریب روک کر اس نے صفدر سے کوئی بات کی ۔ حاتم کے منہ سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی ۔ سکرین پر صرف ہونٹ ہلتے ہوئے دکھائی دیتے

مگر آواز سنائی نہ دی۔

اس نے عمران کی طرف دیکھا لیکن عمران سنجیدگی سے سکرین کی طرف دیکھنے میں مصروف تھا۔

حاتم بھی خاموشی سے سکرین کو گھورنے لگا۔ کار والے نے صفدر سے مزید کوئی بات کی۔

صفدر نے شاید جواباً کچھ کہا تھا۔ اس کے بھی ہونٹ ہلتے دکھائی دیئے پھر اس نے فائل نکال کر اس شخص کو دے دی۔ کار والے نے فائل لے کر ایک چھوٹا سا بیگ صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

صفدر نے بیگ لے لیا اور پھر شاید اس نے کچھ دریافت کیا تھا۔ جواباً کار والے شخص کے ہونٹوں نے حرکت کی اور صفدر بیگ کو کھولنے لگا۔

اچانک عمران کے ہونٹوں سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی اور حاتم بھی چونک اٹھا۔ صفدر نے جیسے بیگ کھولا۔ سکرین پر ایک تیز جھماکہ دکھائی دیا اور بیگ سے نکلتا ہوا دھواں پوری سکرین پر چھا گیا۔

حاتم منہ پھاڑے سکرین کو دیکھتا رہا۔ تین منٹ بعد سکرین دوبارہ دکھائی دی۔

عمران نے غور سے دیکھا، کار اس وقت پیراڈائز کالونی کی بجائے دوسری طرف سڑک پر جا رہی تھی۔ میاں صفدر بھی گئے کام سے۔ عمران نے حاتم کو آنکھ مار کر بتایا۔ حاتم نے غور سے سکرین پر جاتی ہوئی کار کو دیکھا کار کی عقبی سیٹ پر صفدر لیٹا ہوا تھا۔ اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ صفدر اس

پراسرار دھوئیں سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ جو بیگ کھولنے سے اچانک نکلا تھا۔

عمران نے جلدی سے مشین کے ایک وہیل کو حرکت دی۔ حاتم نے دیکھا سکرین سے کار کی تصویر غائب ہو گئی ہے۔ صرف کار ڈرائیور کرنے والے کی صورت دکھائی دے رہی تھی۔

عمران نے وہیل کو حرکت دے کر ایک بٹن دبا دیا۔

مشین کے کچھ بلب تیز روشنی کے ساتھ ساتھ جل گئے۔ پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے ایک شیشے کے جار میں سیاہ رنگ کا سیال چکرانے لگا۔ پھر حاتم نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ لیکن وہ ایک حقیقت تھی۔ مشین سے ایک کارڈ سائز کا فوٹو گراف نکل کر عمران کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

حاتم نے وہ تصویر اچک لی اور پھر وہ مارے حیرت کے اچھل پڑا —— یہ کار ڈرائیو کرتے والے کا کلوز اپ تھا۔

سکرین پر دوبارہ کار دکھائی دے رہی تھی۔

حاتم غور سے اس راستے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ کار مختلف سڑکوں پر چکرانے کے بعد گرین ٹاؤن کی طرف جا رہی تھی۔

وہ سکرین پر کار کا راستہ ذہن نشین کرتا رہا اور پھر کار ایک عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔

حاتم نے غور سے دیکھا —— اور پھر ایک پراسرار مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

اسے قبیلے کے طے شدہ یاد ... میرے ایک سوال کا جواب دے۔

عمران کی ہانک سن کر حاتم چونک اٹھا۔ اس نے غور سے عمران کی طرف دیکھا۔

میجر زیدی کی گرفتاری کب عمل میں آئی تھی۔؟

تین روز قبل — حاتم نے چونک کر جواب دیا — کیوں کیا بات ہے؟

اور تم نے اپنے چیف کو اطلاع کب دی تھی —!

کل رات —! حاتم نے عمران کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا گہری نظر سے مشاہدہ کرتے ہوئے بتایا — عمران اس کو الجھن میں چھوڑ کر تہہ خانے کے نکاسی راستے کی طرف بڑھ گیا —

حاتم بھی اس کے پیچھے ہی لپکا —

وہ جب رانا پیلس کے اس کمرے میں پہنچا جہاں صفدر کا میک اپ کیا گیا تھا — تو عمران جوزف کو کچھ ہدایات دے کر رخصت کر چکا تھا —

حاتم نے عمران سے بہت پوچھا کہ کیا بات ہے وہ کیوں الجھا ہوا ہے۔

لیکن عمران نے مسکرا کر اسے تسلی دی کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

کچھ دیر مسلسل ٹہل ٹہل کر عمران کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور رسیور اٹھا کر سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگا۔

دوسری طرف سے جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

کیا جوزف پہنچ گیا ہے۔ عمران نے دریافت کیا۔

دوسری طرف سے کیا جواب ملا حاتم نہیں سن سکا۔

ٹھیک ہے۔ اسے تنویر کے حوالے کر دینا اور اسے سختی سے تنبیہہ کر دینا کھل کھول کر کام کرے۔ کسی قسم کی کوتاہی ناقابل برداشت ہوگی۔

پھر عمران نے فون بند کر دیا۔
حاتم کے پوچھنے پر عمران نے کچھ نہیں بتایا۔ بلکہ اسے آرام کرنے کا مشورہ دینے کے بعد وہ نہ جانے کہاں چلا گیا۔
حاتم کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ اور وہ کچھ کرنے کے لئے بے چین تھا۔ لیکن عمران کا رویّہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ جوں جوں اس سلسلے میں سوچ بچار کرتا رہا۔ مزید الجھتا ہی چلا گیا۔
آدھ گھنٹے تک عمران کا انتظار کرنے کے بعد حاتم کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو اس نے کچھ نہ کچھ کر ڈالنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اچانک ایک نئے خیال سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
حاتم نے جلدی سے میک اپ کا سامان نکالا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کرنے لگا۔ پندرہ بیس منٹ کی محنت کے بعد اس نے آئینہ میں اپنے سراپے کا جائزہ لیا۔
اس وقت حاتم کار ڈرائیو کرنے والے اس شخص کے میک اپ میں تھا جو صفدر کو اڑا لے گیا تھا۔
میک اپ کرنے کے بعد اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔
دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔
سلیمان بول رہا ہوں۔ کون صاحب ہیں۔
میں حاتم ہوں سلیمان — عمران صاحب کو فون پر بلاؤ۔
آپ کوئی بھی ہوں صاحب نہیں ہیں۔ سلیمان نے منہ بنا کر جواب دیا

کیا بکتے ہو ۔۔۔ حاتم کا موڈ بگڑ گیا ۔ بے وقت کا مذاق اسے بری طرح کھل گیا تھا ۔

ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب ۔۔۔ جب صاحب سرے سے موجود ہی نہیں تو حاتم یا غیر حاتم کی تخصیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

اوہ ۔۔۔ حاتم سلیمان کے اس منطق پر زیرِ لب مسکرا دیا ۔ وہ ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا ۔ گیراج میں دیکھا ۔ ایک کار موجود تھی اس نے دروازہ کھول کر اطمینان کر لیا ۔ اگنیشن میں چابی موجود تھی ۔

کار اسٹارٹ کی اور اتا پیلس کے گیٹ سے باہر نکل گیا ۔



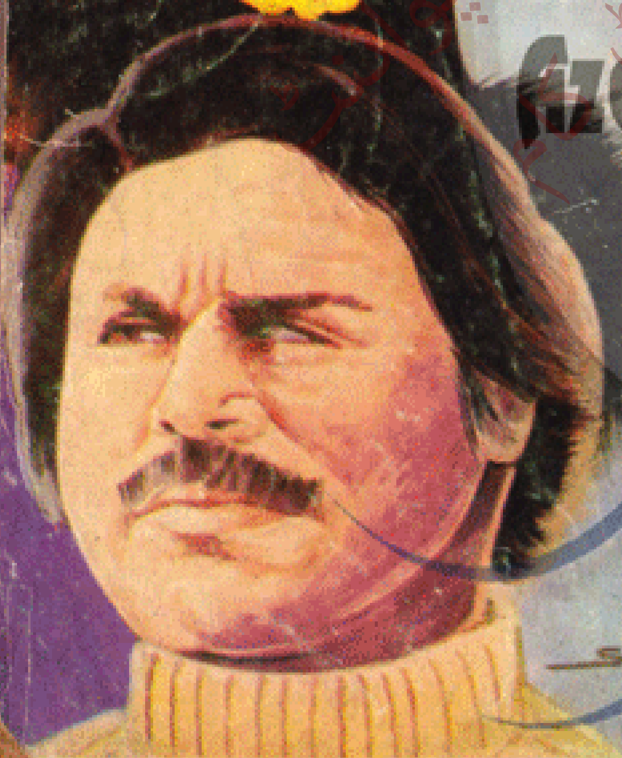
دوسرا حصہ ملاحظہ فرمائیے ۔

کیپٹن شعلہ حصہ دوم میں ۔

عمران سیریز

ایڈلر کلب

کیرا شولا



عمران کی ایکشن سیریز

کیاشل

مظہر کلیم

II

ناشر ✿ محمد شاہ جہان
پرنٹر ✿ گل حسن
قیمت ✿ -/6 روپے
تعداد ✿ ایک ہزار

ناشران ✿
رحمانیہ کتب خانہ
راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور ۲

عمران سیریز

کیپٹن شولا

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ ملتان

آئندہ ناول

منکر نکیر کا جزیرہ

مظہر کلیم

۵

حاتم کے جانے کے بعد میجر زندی کے اردلی نے گھڑی پر وقت دیکھا ــــ اس کی دانست میں زیدی کو گئے ہوئے پورے دو گھنٹے ہو رہے تھے۔

وہ فوراً میجر زیدی کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔

بنگلے کا بیرونی دروازہ بند تھا۔ سپاہی نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

کئی منٹ گزر گئے۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور نہ ہی کسی نے دروازہ کھولا۔

سپاہی نے دوبارہ گھنٹی کا بٹن دبایا اور چند ثانیے دبائے رہا۔ بنگلے میں کہیں گھنٹی بجنے کی تیز آواز سنائی دیتی رہی۔ لیکن اس مرتبہ بھی کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔

سپاہی نے دوبارہ گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

دروازہ شاید اندر سے کھلا ہوا تھا۔ ہاتھ کا دباؤ پڑتے ہی دروازے کے دونوں پٹ بے آواز کھلتے چلے گئے۔

سپاہی نے حیرت سے کھلے ہوئے دروازے کو دیکھا اور پھر وہ اندر داخل ہو گیا۔

صحن ویران پڑا تھا جیسے کئی دنوں سے کسی نے صفائی نہیں کی تھی —— بیرونی دروازے کے پاس لگے ہوئے شہتوت کے درخت کا سایہ صحن میں پڑ رہا تھا ——

برآمدے میں بھی کوئی نہ تھا ——!

میجر صاحب ——! سپاہی نے زیدی کو پکارا۔

کوئی جواب نہ ملا ——

میجر صاحب —— میجر صاحب —— سپاہی دوبارہ نسبتاً اونچی آواز میں چلایا۔ اس مرتبہ بھی کسی کی آواز سنائی نہیں دی ——

سپاہی اب برآمدے میں پہنچ گیا —— برآمدے میں کھڑے ہو کر بھی میجر زیدی کو اس نے کئی آوازیں دیں لیکن —— جواب نہ دارد۔

وہ حیران تھا کہ میجر اپنے بنگلے کو کھلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا۔ اسے بنگلے میں آتے ہوئے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا تھا۔

بنگلے میں آوازیں دینے کے بعد ایک خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوا سونے کا وقت تو نہ تھا لیکن شاید طبیعت کی خرابی کے باعث لیٹے لیٹے

سو گئے ہوں ۔

سپاہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

بیڈ روم اس کمرے کے برابر تھا — اور دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا — سیٹنگ روم میں داخل ہو کر اس نے ایک نظر پورے کمرے میں ڈالی فرنیچر پر مٹی کی ہلکی سی تہہ تھی ۔

سپاہی حیران تھا کہ میجر زیدی جیسا صاف ستھرا آدمی صفائی کے معاملے میں اس قدر لاپرواہ ہو سکتا ہے ؟

اس نے بیڈ روم میں کھلنے والے دروازے کو دیکھا — دروازے میں ہلکی سی جھری تھی ۔

صاف ظاہر ہے دروازہ اندر سے بند نہیں تھا — اس نے دروازے کو مخالف رخ دھکیلا — دروازہ بے آواز کھل گیا ۔

سپاہی نے ایک قدم اندر رکھا اور پھر وہ جہاں کا جہاں کھڑا رہ گیا ۔
اس کے چہرے کا رنگ یکدم زرد پڑ گیا ۔

سامنے میجر زیدی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا — اس کا جسم اکڑا ہوا تھا ۔
سپاہی دو قدم آگے بڑھ گیا ۔

اس نے زیدی کی نبض ٹٹولی — نہ جانے وہ کب سے مرا پڑا تھا ۔

عین اسی وقت اسے یوں محسوس ہوا جیسے برابر والے کمرے میں کوئی ہے
وہ پھرتی سے ادھر مڑا ۔ کون ہو سکتا ہے ؟
درمیانی دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا ۔

کون ہے۔ دوسرے کمرے میں کون ہے! سپاہی چیختا ہوا تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔

دروازہ کا ہینڈل پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن دروازہ پوری قوت صرف کرنے پر بھی نہ کھلا۔ مارے خوف کے سپاہی سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔

اچانک اسے باتھ روم میں پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔

وہ چونک اٹھا۔ اس نے غور سے سننے کی کوشش کی۔ واقعی باتھ روم میں پانی گر رہا تھا۔ کون ہو سکتا ہے؟ سپاہی نے سوچا اور پھر وہ دبے پاؤں باتھ روم کی طرف بڑھنے لگا۔

بڑی ہوشیاری سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

بیڈ روم کا ایک دروازہ غسل خانے میں کھلتا تھا۔ سپاہی دائیں بائیں دیکھتا ہوا غسل خانہ میں جا گھسا۔

اندر کوئی نہیں تھا۔ البتہ نہانے کے ٹب میں پانی بھر رہا تھا۔ اس نے ایک نظر ٹب کی طرف دیکھا۔ عین اسی وقت عقب میں آہٹ ہوئی۔

وہ پھرتی سے واپس پلٹا لیکن اس وقت تک اس کی گردن کسی کے مضبوط بازوؤں میں جکڑ گئی تھی۔

اس نے یکدم پوری قوت صرف کر دی لیکن گردن پر بازوؤں کی گرفت اور بھی سخت ہو گئی۔ سپاہی نے چیخنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش بعد از وقت ثابت ہوئی۔ اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

سپاہی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حملہ آور کے بازوؤں سے ہٹا لیا اور پھر اس نے اپنی کہنی کو پوری قوت سے حملہ آور کی پسلی میں مارا۔

لمحہ بھر کے لئے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی لیکن سپاہی کے ستارے ابھی گردش میں ہی تھے۔

حملہ آور نے اس کی گدی پر ایک ہاتھ جڑ دیا۔

سپاہی ٹب میں اوندھے منہ گر گیا۔ اس نے اٹھنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ لیکن اس مرتبہ حملہ آور پوری طرح اس پر چھا گیا۔ اور پھر غسلخانے سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی قے کر رہا ہو۔

حملہ آور نے سپاہی کی گردن ناپ کر پانی کے ٹب میں ڈبو دی تھی۔ سپاہی نے پوری قوت سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہا۔ اس نے دوبارہ اپنے بوٹوں کو کہیں پھنسانے کے لئے ادھر ادھر گھمایا۔

دیوار کے ساتھ بنی ہوئی نالی میں اسے اپنے نیچے جانے کا موقع مل گیا۔ نیچے جانے کے بعد اس نے اپنے گھٹنوں کو فرش پر ٹکا دیا پھر دونوں ہاتھوں کو پانی بھرے ٹب کے پیندے سے لگا کر اس نے چھائے ہوئے آدمی کو الٹ دینے کی کوشش کی۔

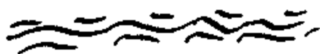
وہ اس کوشش میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ اگر اس کا زور یکدم نہ ٹوٹ جاتا۔ زور ٹوٹتے ہی اس نے ایک طویل سانس لینے کی کوشش کی۔

بس یہیں اس سے غلطی ہو گئی ۔ پانی تیزی سے اس کی ناک اور حلق سے اندر گھسا ۔ اس نے غوطہ کھایا ۔ ایک بار پھر سنبھلا ۔ مچلا ۔ تڑپا اور پھر اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ۔

حملہ آور نے ایک گھٹنا اس کی پیٹھ سے لگا کر اس کی گردن پر اپنا پورا دباؤ ڈال دیا ۔ ٹب میں پانی کے کئی بلبلے اٹھے اور پھر بالکل خاموشی چھا گئی ۔ سنگدل حملہ آور نے سپاہی کے جسم کا باقی حصہ اٹھا کر بھی ٹب میں پھینک دیا ۔ لاش ایک چھپاکے کے ساتھ پانی میں گری اور تہہ میں بیٹھ گئی ۔

حملہ آور نے سپاہی کے بازوؤں سے بندھی ہوئی رسٹ واچ اتاری اور باتھ روم کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی ۔

پھر میجر زیدی کی لاش کے جسم سے لپٹی ہوئی رسی کے بل کھولے اور اسے کرسی سے اٹھا کر فرش پر ڈال دیا ۔ بنگلے کا سامنے والا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور پھر عقبی دروازے سے نکل گیا ۔



ٹیلیفون کی گھنٹی بجی ۔ تنویر نے رسیور اٹھا لیا ۔

ایکسٹو ۔۔۔۔ دوسری طرف سے خشک تحکمانہ آواز آئی ۔

یس سر ۔۔۔ تنویر یکدم مؤدب ہو گیا ۔

فلیٹ سے کہیں جانا نہیں ۔۔ ابھی تھوڑی دیر میں جوزف تمہارے پاس پہنچے گا ۔ وہ تمہیں ایک آدمی کی تصویر دے گا ۔

یس سر ۔۔ میں انتظار کروں گا ۔۔ تنویر مستعدی سے بولا ۔

ایک ایڈریس نوٹ کرو ۔

یس سر ۔۔ !

ایڈریس نوٹڈ سر ۔۔۔ تنویر نے پتہ اپنی نوٹ بک میں درج کر کے اطلاع دی ۔۔

تنویر والے شخص کی نگرانی کرنی ہے ۔۔۔ اگر وہ تنہا کہیں جانے کی کوشش

...ی دائیں ہاتھ کی عمارتوں کا جائزہ لیتا رہا۔
...ے ہاؤس دکھائی نہ دیا۔
...سٹو ہمیشہ نامکمل ایڈریس دے کر
...ڈھنے میں صرف ہو گئے ۔
...ے نکالا اور لائٹر کو ضرب لگا کر سگریٹ
...نے سامنے دیکھا۔
...اسے پر پہنچ چکا تھا۔
...یک بہت بڑا بورڈ سا بنا ہوا تھا۔

تنویر کار روک کر نیچے اتر آیا۔

یہ افغان سٹریٹ کا نقشہ تھا جسے آتے ہوئے تنویر نظر انداز کر گیا تھا۔
اس کی دانست میں نورنگ ہاؤس سڑک کے کنارے ـــ کوئی بہت بڑی
عمارت ہوگی۔ اس لئے نقشے کی ضرورت محسوس کرنے کا سوال ہی نہ تھا۔

تنویر جو پہلے ہی نگرانی جیسے مکھی مار کام کے سپرد کئے جانے پر جھلایا
ہوا تھا۔ اس تلاش غلطی کو محسوس کر کے وہ اور بھی سنک گیا۔

لہذا نورنگ ہاؤس تلاش کرنے سے پہلے اسے خاصی دیر اپنا موڈ برابر
کرنے میں لگ گئی۔

اس نے پہلے تو وہ پوائنٹ تلاش کیا جہاں وہ موجود تھا اس کے بعد
نورنگ ہاؤس کی تلاش شروع ہوئی۔

چند منٹ میں اس نے نورنگ ہاؤس کی سمت اور فاصلہ دیکھنے کے
بعد اس عمارت کا نقشہ نوٹ بک پر بنا لیا تاکہ دوبارہ غلط فہمی کا امکان
نہ رہے۔

اب وہ دوبارہ اسی سڑک پر واپس جا رہا تھا۔

اس مرتبہ وہ مطلوبہ عمارت کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا۔ دراصل
اس میں غلطی تنویر کی بھی نہیں تھی۔

عمارت کے سامنے والے حصے پر چاپلا میشن لکھا ہوا تھا۔ تنویر نے
اس عمارت کے کافی فاصلے پر کار روک دی اور پھر پیدل ہی ادھر بڑھ گیا
نورنگ ہاؤس کا بورڈ عمارت کے بائیں گیٹ پر لگا ہوا تھا۔

تنویر نے سامنے سے گزرتے ہوئے گہری نظر سے عمارت کا جائزہ لیا۔ یہ چھا پلا منیشن سے ملحقہ ایک عمارت تھی جس کی سامنے کی دیواریں بہت بلند تھیں۔

عمارت کا پھاٹک لوہے کی چادر کا بنا ہوا تھا۔ اور اس وقت بند تھا۔ کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی جس سے عمارت کا اندرونی حصہ دیکھا جاتا۔

آگے جا کر جہاں عمارت کی سامنے کی فصیل ختم ہوتی تھی تنویر نے دیکھا کہ عمارت کے دائیں طرف ایک میدان ہے جس میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بکثرت اگی ہوئی ہیں۔

تنویر نے اس طرف سے عمارت کا جائزہ لیا۔ اندر گھسنے کے لئے اس طرف سے کوئی صورت نہیں تھی۔

سالوں نے بالکل قلعہ بنا رکھا ہے۔ تنویر زیر لب بڑبڑایا اور جھاڑیوں میں گھس پڑا۔

دیوار کے ساتھ ساتھ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ خاردار شاخوں کی وجہ سے اس کا سوٹ کئی جگہوں سے پھٹ گیا۔ دائیں ہاتھ دیوار ختم ہوگئی تو تنویر وہیں پر رک گیا۔ اس نے جھانک کر عمارت کے عقبی حصے کا جائزہ لیا۔

اس طرف بھی تھوڑی سی میدانی جگہ تھی جس میں درخت لگے ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخیں عمارت کی چھت پر جھکی ہوئی تھیں۔

تنویر نے ایک نظر اپنے پیچھے ڈالی۔ خاموش جھاڑیوں کے علاوہ کچھ نہ مطمئن ہو کر وہ دیوار کے کونے سے ہٹ گیا اور جست لگا کر ایک درخت

کے تنے کی آڑ میں آ گیا۔

درخت کی آڑ سے اس نے عمارت کے عقبی حصے کا تفصیلی سے جائزہ لیا

ادھر ادھر آہٹ لینے کے لئے اس نے سانس روک لیا۔

اچانک دائیں طرف کی جھاڑیوں میں سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ تنویر کا ریوالور

اس کی بغلی ہولسٹر سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

جھاڑیاں ساکت ہو گئیں۔

تنویر تنے سے پٹا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ اب وہ ایسی جگہ تھا جہاں

وہ جھاڑیوں میں موجود کسی پر بھی بآسانی نگاہ رکھ سکتا تھا۔

کئی منٹ گزر گئے جھاڑیوں میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

تنویر نے سوچا شاید کوئی خرگوش وغیرہ ہی تھا۔ جو وہیں کہیں دبک گیا

ہو گا۔ وہ یہ قیاس آرائی کرنے کے بعد اپنی جگہ سے نکلنے ہی لگا تھا کہ جھاڑیوں

میں دوبارہ سرسراہٹ شروع ہوئی۔

ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت دوبارہ سخت ہو گئی۔

اس مرتبہ جھاڑیوں میں جیسے طوفان آ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد تک یہ طوفان

جاری رہا اس کے بعد ایک شخص دکھائی دیا۔

تنویر اپنی جگہ کچھ اور سمٹ گیا۔

جھاڑیوں سے برآمد ہونے والا آدمی چوکنے انداز میں ایک درخت تک پہنچ

گیا۔ تنویر نے جھانک کر دیکھا اور پھر اس کے ہونٹ سکڑ گئے اس آدمی کی شکل اور

اس تصویر میں بال برابر بھی فرق نہیں تھا۔

صفدر نے آنکھیں کھول کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔

وہ اس وقت ایسے کمرے میں تھا جس کی گھٹن سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی تہہ خانے میں ہے۔ تہہ خانے میں ادھر ادھر ایسے آلات پڑے ہوئے تھے جو تشدد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

لیکن میں ـــــ میں تو سڑک پر بے ہوش ہو کر گر گیا تھا۔

صفدر نے سوچا اور پھر سارا منظر اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ وہ پیرا ڈائز کارنر پہ ایک بیگ کھولتے ہوئے بے ہوش ہو گیا تھا۔

جلد ہی ذہن میں ہر بات واضح ہو گئی ـــ صفدر سوچ میں پڑ گیا کہ اس سے ایک فاش غلطی ہوئی ہے اور۔

بیگ لینے کے بعد اس نے کار ڈرائیور سے رقم کے بارے میں سوال کیا

تھا ۔ جس کے جواب میں ڈرائیور نے اسے بیگ کھول کر تسلی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

اسی مشورے سے عمل کرنے کی پاداش میں وہ اس وقت تہہ خانے میں موجود تھا ۔ اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس کی گرفتاری ایکسٹو کے کسی پلان کی راہ میں دشواری نہ پیدا کر دے ۔

لیکن اب تو اوکھلی میں سر گھس گیا تھا ۔ صفدر نے لاپرواہی سے کندھے جھٹک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ۔ یہ کیا ۔ ؟

اتنی دیر ہوئی اسے ہوش میں آتے ہوئے لیکن وہ یہ محسوس نہ کر سکا کہ اس کا جسم اس مسہری سے بندھا ہوا ہے جس پر لیٹے لیٹے اس کی آنکھ کھلی تھی ۔

صفدر نے دو ایک بار ہاتھوں کو آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی اس نے اس کوشش کو ترک کر دیا کیونکہ تہہ خانے کی چھت پر کسی کے گھومنے پھرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ۔

چند لمحوں بعد تہہ خانے کی چھت میں ایک خلا سا نمودار ہوا اور دو آدمی سیڑھیاں اتر کر کمرے میں آ گئے ۔

وہ صفدر کی مسہری کے قریب آ گئے ۔

صفدر نے دیکھا ان میں سے ایک سر سے پاؤں تک سیاہ پوش تھا ۔

دوسرا وہی ڈرائیور تھا جس نے اس سے تائل لے کر بے ہوش کرنے والا بیگ دیا تھا۔

اوہ تم ہوش میں آ گئے ـــــ ڈرائیور مسکرا دیا۔

میں اس بد دیانتی کا مقصد نہیں سمجھا ۔ صفدر نے غرا کر کہا ۔

بد دیانتی ـــــ ہا ہا ہا ـــ اس مرتبہ سیاہ پوش کی آواز سنائی دی ۔

فدر خاموش رہا ـــ البتہ اس نے دانت پیسنے کی شاندار اداکاری کی تھی ۔

س کی رسیاں کھول کر مسہری سے اٹھا دو ـــ سیاہ پوش نے ڈرائیور کو حکم

اور خود اپنے لبادے سے ریوالور نکال کر صفدر کو کور کر لیا ۔

صفدر اس وقت بھی میجر زیدی کے میک اپ میں تھا ۔ اس نے ہاتھوں

آزاد ہوتے ہی منہ کو ٹٹول کر محسوس کر لیا تھا ۔

ڈرائیور نے رسیاں کھول کر صفدر کو مسہری سے اٹھا دیا ۔

تو تمہارے خیال میں بد دیانتی میں نے کی ہے ؟ اس مرتبہ سیاہ پوش کا

طنزیہ تھا ۔

بیگ میں سنتھیلک گیس کے غبارے رکھنے کو اور کیا کہو گے ـــ ؟

اور جعلی فائل کے عوض تم دو لاکھ ادا کر دیتا ۔ کیوں مسٹر حاتم ؟

حاتم ـــــ کون حاتم ـــ ؟ صفدر نے چونکنے کی شاندار اداکاری

تم خود کو بہت ہوشیار سمجھتے ہو کیپٹن لیکن افسوس تم یہ بھول بیٹھے

تمہارا پالا مجھ جیسے آدمی سے پڑا ہے ۔

میرا خیال ہے تم کسی شدید غلط فہمی میں مبتلا ہو ـــ صفدر نے بُرا سا

بنایا ـــ

ابھی تصدیق ہوتی جاتی ہے ۔ سیاہ پوش نے ریوالور والا ہاتھ ہلا کر

ڈرائیور کو اشارہ کیا ـــ جاؤ امونیا کی بوتل لے آؤ۔

ڈرائیور امونیا کی بوتل لے آیا اور پھر صفدر ہاتھ پاؤں ہی مارتا رہ گیا۔ لیکن وہ میجر زیدی والا میک اپ برقرار نہیں رکھ سکا۔

میک اپ صاف ہوا تو کیپٹن حاتم کی بجائے ـــ ایک نیا چہرہ دیکھ کر سیاہ پوش بری طرح اچھل پڑا۔

تم کون ہو ـــ اس مرتبہ سیاہ پوش کی آواز حد درجہ سرد تھی۔

اتنی جلدی میرا نام بھی بھول گئے۔

نہیں ـــ تم کیپٹن حاتم نہیں ہو ـــ؟

ہو سکتا ہے ـــ صفدر نے لاپرواہی سے کندھا جھٹکا۔

تڑاخ ـــ ایک تماچہ اس کے منہ پر پڑا ـــ صفدر لہرا کر دیوار کی طرف لڑھک گیا۔ لیکن اتنی دیر میں دو گھونسے اس کی گدی کو سہلا گئے تھے۔

بتاؤ تم کون ہو ـــ سیاہ پوش غرایا۔

صفدر خاموش رہا ـــ

ڈرائیور نے ایک سلاخ اٹھالی ـــ صفدر نے خود کو سمٹا کر دیوار کے بالکل ساتھ ملا لیا ـــ اس وقت اس کے چہرے پر خوفزدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

بولو جلدی کون ہو تم ـــ جلدی بتاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔

میں ـــ میں ـــ میرا کوئی قصور نہیں ـــ! صفدر ہاتھ جوڑ کر

جلدی سے گڑگڑانے لگا۔ اس وقت وہ خوفزدہ ہونے کی بے داغ اداکاری کر رہا تھا۔

ہوں میرا خیال ہے تم کوئی کہانی سنانا چاہتے ہو۔ سیاہ پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ کہو کوئی ہرج نہیں کہانی پسند آئی تو انعام بھی مل سکتا ہے۔

میں ۔۔ مم ۔۔ میں ۔۔ حاتم کا دوست ہوں ۔۔ اس نے مجھے وہ فائل دے کر کہا تھا کہ میرا ڈائریکٹر تک پہنچا دو۔!

بہت خوب ۔۔ وہ خود اس وقت کہاں ہے ۔۔؟

مجھے فائل دینے کے بعد وہ چلا گیا تھا ۔۔

اور تم رقم کا بیگ لے جا کر اسے کہاں دیتے ۔؟

اس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی کسی وقت آ کر لے جائے گا۔!

ہوں سیاہ پوش سوچ میں پڑ گیا ۔۔ لیکن تم نے اس کا میک اپ کیوں کیا تھا۔

حاتم نے کہا تھا اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

تم نے تعاقب کا خیال رکھا تھا ۔۔ اس مرتبہ سوال ڈرائیور سے کیا گیا ۔۔

یس باس ۔۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا ۔۔!

یہ شیشی تم نے اپنی جیب میں کس لئے ڈال رکھی تھی ۔۔ سیاہ پوش نے ایک چھوٹی سی بوتل نکال کر صفدر کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

میں — میری - میری جیب میں تھی — صفدر دل ہی دل میں ہنس
خوف زدہ لہجے میں بولا — وہ سیاہ پوش کی چال کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا —

ہاں ہاں — سونگھ کر دیکھ لو — یہ سینٹ تمہاری جیب سے ہی برآمد ہوا ہے
شیشی کا کارک نکال کر سیاہ پوش نے شیشی صفدر کی طرف بڑھا دی —

صفدر نے ناک سے لگا کر شیشی میں پڑے ہوئے سیال کو سونگھا
شیشی کو سونگھتے ہی جیسے اس پر غشی طاری ہو گیا — اس نے اپنے گھو
ہوئے سر کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن چند لمحوں میں وہ گردوپیش سے
بالکل بے خبر ہو گیا —

اسے اوپر والے کمرے میں لے چلو — سیاہ پوش نے حکم دیا —

ڈرائیور نے صفدر کو کندھے پر ڈال لیا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا تہہ
خانے کے عین اوپر والے کمرے میں آ گیا —

سیاہ پوش بھی اس کے پیچھے ہی کمرے میں پہنچ گیا —

ادھر مسہری پر ڈال دو اور میک اپ بکس اٹھا لاؤ —!

یس باس — ڈرائیور نے مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
صفدر کو جلدی سے مسہری پر ڈالا اور کمرے سے باہر نکل گیا —

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا — تو اس کے ہاتھ میں ایک بکس تھا —
اس نے بکس سیاہ پوش کے پاس رکھ دیا —

میک اپ کا بکس کھولنے کے بعد سیاہ پوش نے اپنے لبادے
سے ایک تصویر نکال کر سامنے رکھ لی — تصویر حاتم کی تھی —

تصویر کے مطابق صفدر کے چہرے پر حاتم کا میک اپ کرنے کے بعد سیاہ پوش نے ایک تنقیدی نگاہ ڈالی اور ڈرائیور کو اشارہ کیا۔

اسے کار میں پچھلی نشست پر اس طرح بٹھا دو جیسے بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو۔

یس باس۔ ڈرائیور نے صفدر کو کندھے پر اٹھا لیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رانا پیلس سے نکل کر عمران نے اپنی فیٹ ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب روک لی دروازہ اچھی طرح بند کرنے کے بعد اس نے رسیور ہاتھ میں لیا۔

سکے سوراخ میں گرائے اور سر سلطان کے آفس نمبر ڈائل کیے۔

دوسری طرف گھنٹی ایک منٹ تک بجتی رہی اور عمران اس طرف ائیرپیس کان سے لگائے۔ ٹوں۔ ٹوں کی آوازیں سنتا رہا۔

یس ہو از دیئر۔۔۔ رسیور اٹھا کر کسی اجنبی آواز نے پوچھا۔۔۔

کیا سر سلطان اپنی سیٹ پر تشریف رکھتے ہیں۔ عمران نے پر وقار لہجے میں کہا۔

نو سر۔۔۔ وہ گھر جا چکے ہیں۔ کوئی میسج ؟

نو تھینکس۔۔۔ میں گھر فون کر لیتا ہوں۔ عمران نے سلسلہ منقطع کر کے

دوبارہ سکے مشین میں ڈالے اور سر سلطان کی کوٹھی کے نمبر ڈائیل کئے۔

یس۔ سلطان بول رہا ہوں۔۔۔

میں عمران سن رہا ہوں جناب۔

اوہ ۔۔ عمران کہو کیا بات ہے ؟ سر سلطان کی آواز کھلی ہوئی تھی۔

اگر آپ کو کہیں جانا ہو تو میں کوٹھی آ جاؤں ۔۔ ؟

کیا بکتے ہو ۔۔ ؟

معاف کیجئے گا۔ ذرا الٹ بول گیا۔ مم۔ میرا مطلب تھا اگر آپ کو کہیں جانا نہ ہو تو میں حاضر ہو جاؤں۔

آ جاؤ ۔۔۔ !

سر سلطان نے یہ کہہ کر دوسری طرف سے رسیور کو آنکھ ماری اور مسکرا دیا ۔۔ وہ سمجھ گیا کہ سر سلطان نے اس کی بکواس سے بچنے کے لئے فوراً سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔

رسیور ہک میں لٹکا کر عمران دوبارہ اپنی فیٹ میں آ بیٹھا ۔۔ اور سر سلطان کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔

مختلف سڑکوں کی پیمائش کے بعد اس کی فیٹ سر سلطان کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے رک گئی ۔

عمران نے اوپر تلے دو تین ہارن بجائے۔ پٹھان چوکیدار نے دروازہ کھول دیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر عمران کو دیکھ کر مسکرا دیا ۔۔

عمران نے گاڑی چوکیدار کے قریب روک دی ۔۔

صاحب تم کیسی ہے — ؟

اچھی خاصی ہے - عمران نے فوراً جواب دیا اور — چوکیدار کو کان قریب لانے کا اشارہ کیا -

چوکیدار فوراً کھڑکی کی طرف جھک گیا -

یہ تمہارے صاحب نے نسوار کب سے کھانی شروع کردی ؟

نسوار — پٹھان چوکیدار نے حیرت سے دہرایا اور پھر زیر مونچھ مسکراتا ہوا بولا — وہ نسوار نہیں کھاتی — !

بکواس مت کرو — ابھی ابھی مجھے فون کیا تھا کہ نسوار لے کر جلدی پہنچو راستے میں کہیں ملی نہیں - سوچا تمہارے پاس ضرور ہوگی

خدا قسم پوری ڈبیہ ہے شیشے والی - چوکیدار نے جھٹ اپنی واسکٹ سے ڈبیہ ٹٹول کر نکال لی -

ایسا کرو - پانچ منٹ بعد خودہی لاکر صاحب کو پیش کرنا — تم سے بہت خوش ہوں گے - انعام کی بھی توقع رکھو -

عمران نے فیٹ آگے بڑھادی — پورچ میں گاڑی روک کر وہ نیچے اتر گیا - گاڑی رکنے کی آواز سن کر سر سلطان باہر نکل آئے - شاید وہ اس وقت کسی قریبی کمرے میں موجود تھے -

آؤ شریر — سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا -

السلام علیکم جناب — عمران کار سے اتر کر ان کی طرف لپکا -

سر سلطان نے اس کی پیٹھ تھپکی — عمران نے گیٹ پر کھڑے ہوئے

چوکیدار کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔

بڑا اچھا چوکیدار ہے۔

ہاں۔ بہت ہی سیدھا سادھا اور ایماندار۔ سر سلطان نے پٹھان چوکیدار کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا۔

چوکیدار نے سلطان صاحب کو سر ہلاتے ہوئے دیکھا تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ عمران کے اشارے اور سر سلطان کے سر ہلانے سے اسے پختہ یقین ہو گیا کہ نسوار والی بات درست ہی ہے۔

اس نے نسوار کی ڈبیہ کو واسکٹ کی جیب میں ٹٹولا اور انتظار کرنے لگا۔ کہ کب پانچ منٹ گزریں اور وہ اپنے صاحب کی خدمت میں نسوار پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔

سر سلطان عمران کو لے کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

عمران ان سے ہٹ کر ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی اس کا رنگ سرخ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ کانوں کی لویں تک سرخ ہو گئیں۔

سر سلطان نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا۔ اسے شرمانے کی اداکاری کرتے دیکھ کر ان کی ہنسی نکل گئی۔

میرا خیال ہے تم کوئی ضروری گفتگو کرنے آئے تھے۔

جی ہاں دیکھئے ناں اب۔ آخر آپ بھی تو اسے ضروری سمجھنے لگے ہیں۔

کس کی بات کر رہے ہو۔!

میرا مطلب ہے آخر ڈیڈی گفتگو کو غیر ضروری کیوں خیال کرتے ہیں۔!

کس گفتگو کا ذکر کر رہے ہو گدھے۔ سر سلطان جھنجلا گئے۔

جج۔ جی میری شادی کی۔

بے وقت کا مذاق اچھا نہیں لگتا۔

جی ہاں جی ہاں۔ عمران نے سر ہلا کر یوں چپ سادھ لی جیسے مناسب وقت کا انتظار شروع کر دیا ہو۔

عین اسی وقت پٹھان چوکیدار ڈرائنگ روم کے دروازے میں دکھائی دیا۔ اس کے دانت نکل رہے تھے۔

سر سلطان کی نگاہ پڑی تو اسے قریب بلا لیا اور پوچھا۔

کیا بات ہے گل خان۔؟

جی وہ ــــ ہی ہی ہی ــــ ہی ہی! گل خان نے شرما کر انگلی منہ میں داب لی۔

کیا بکواس ہے۔؟ سر سلطان جھلا گئے۔

جج۔ جی جناب۔ گل خان نے جلدی سے نسوار کی ڈبیہ نکالی اور سر سلطان کے سامنے کر دی اور ساتھ ہی اس کی "ہی ہی" چالو ہو گئی۔

یہ کیا ہے۔؟ سر سلطان گرجے۔

جی نسوار ــــ ایسی اچھی کہ طبیعت باغ باغ ہو جائے گا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

لے لیجئے ناں آخر میرے سامنے استعمال کرنے میں کیا حرج ہے۔ عمران نے سر سلطان کو شہ دی۔

بکومت — سر سلطان پاؤں پٹخ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

گل خان جو انعام حاصل کرنے کے چکر میں نسوار کو تمباکو، چونا اور پانی ڈال کر مزید تیز کر لایا تھا۔ سر سلطان کے بگڑے ہوئے موڈ کو دیکھ کر چکرا گیا۔

کس نے کہا تھا تم سے — سر سلطان نے گرج کر چوکیدار سے پوچھا۔

ج — جی — صاحب نے کہا تھا — چوکیدار نے عمران کی طرف اشارہ کیا —

سر سلطان نے قہر آلود نگاہوں سے عمران کو گھورا۔ عمران اس وقت آنکھیں بند کئے اونگھ رہا تھا۔

تم نے کہا تھا نسوار کے لئے — سر سلطان نے عمران سے پوچھا —

عمران بدستور آنکھیں بند کئے رہا —

جواب دو — آنکھیں کیوں بند کر رکھی ہیں تم نے —

ج جی — میں نے سمجھا شاید آپ میرے سامنے نسوار خوری کو معیوب خیال کریں گے — ویسے سنا ہے دانتوں کو مضبوط اور آنتوں کو کمزور کرتی ہے —

عمران نے آنکھیں کھولتے ہی زبان بھی کھول ڈالی۔

سر سلطان اس بے تکے مذاق سے بہت بدمزہ ہوئے تھے۔ انہوں نے چوکیدار کو ڈانٹ کر بھگا دیا اور لگے عمران کو بھی لتاڑنے۔

عمران سر جھکائے ان کی ڈانٹ برداشت کرتا رہا۔ اتنے میں چائے آگئی عمران نے جلدی سے چائے کا ایک کپ تیار کیا اور سر سلطان کے

سامنے لے کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

سر سلطان نے اسے گھورتے ہوئے کپ لے لیا۔ کپ دے کر عمران نے پھر سر جھکا لیا اور قالین کو جوتے کی نوک سے رگڑنے لگا۔

اچانک سر سلطان کو اس کی مضحکہ خیز سنجیدگی پر بے تحاشا ہنسی آگئی۔ انہوں نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کی لیکن بے اختیار قہقہہ ان کے حلق سے آزاد ہو گیا۔

ان کے قہقہہ لگانے پر عمران نے چونک کر انہیں جس انداز سے دیکھا اس سے سر سلطان پر قہقہوں کا دورہ پڑ گیا۔

اس پر ستم یہ کہ عمران نے ان کی دیکھا دیکھی قہقہے بھی لگانے شروع کر دیئے۔ مجبوراً سر سلطان نے ایک ہاتھ پیٹ پر رکھا اور صوفے پر دوہرے ہو گئے۔

اس وقت ملٹری انٹیلی جنس کا عارضی چیف کون ہے۔ اچانک عمران نے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔

سر سلطان جن کا مارے قہقہوں کے برا حال تھا۔ عمران کی یک لخت سنجیدگی کو محسوس کر کے خفیف سے ہو گئے۔ پھر وہ جلد ہی خود بھی سنجیدہ ہو گئے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں۔۔۔؟

میں صرف تصدیق چاہتا ہوں۔ عمران کا لہجہ انتہائی متعین تھا۔

آج کل جنرل خالد ڈیوٹی پر ہیں۔۔!

اوہ عمران نے ہونٹ سکوڑ دیئے۔ مجھے ان کے پرسنل فائل کی

ضرورت ہے۔

کیوں — سر سلطان بے تابی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے —

براہ کرم اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کریں۔

تمہاری باتوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔

میں معذرت چاہتا ہوں — سر سلطان نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے

یا —

یہ ضروری ہے جناب — اس قدر ضروری جتنا آپ کا ایک کے بعد

را سانس لینا — عمران کو انہوں نے اس قدر سنجیدہ شاید پہلے کبھی نہیں دیکھا

ہوں میں کوشش کرتا ہوں۔ سر سلطان نے یہ کہہ کر فون پر کسی کے نمبر

ل کئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

آخر انہوں نے رسیور رکھ دیا اور طویل سانس لے کر عمران کی طرف دیکھنے

جواب طلب نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

دیر انتظار کرو — سر سلطان یہ کہہ کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ اگر چہ

عادت سے اچھی طرح واقف تھے تاہم وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔

اوقات حالات خود اپنی ذات کو بھی ناقابل اعتماد سمجھنے پر

دیتے ہیں۔

اگرچہ سر سلطان کے لئے غیر متوقع نہیں تھا پھر ایسے سخت جواب

سے سر سلطان اس وقت بہت زیادہ الجھے ہوئے تھے۔ لیکن عمران کا رویہ حد درجہ خشک اور لا پرواہی سے بھرپور تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ایک آدمی آفیسر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اس نے اندر داخل ہو کر سر سلطان کو سلیوٹ کیا اور جیب سے چابی نکال کر پہلے تو کلائی میں پڑی ہوئی ہتھکڑی کا تالا کھولا۔

ہتھکڑی ایک مضبوط فولادی زنجیر کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ زنجیر کا دوسرا سرا ایک بریف کیس کے ساتھ منسلک تھا۔

آفیسر نے بریف کیس کی چابی اس کے دونوں تالوں میں گھمائی اور ایک فائل نکال کر سر سلطان کے سامنے رکھ دیا۔

سر سلطان نے وہ فائل عمران کی طرف بڑھا دیا۔

آفیسر کو باہر انتظار کرنے کا کہہ کر عمران نے فائل کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

بیس منٹ وہ مسلسل مطالعہ میں مستغرق رہا۔

پھر ایک طویل سانس لے کر عمران نے فائل کو بند کر دیا۔

سر سلطان نے آفیسر کو دوبارہ اندر بلایا۔ فائل اس کے حوالے کیا آفیسر نے فائل کو پہلے کی طرح بریف کیس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد بریف کیس سے منسلکہ زنجیر کو کلائی میں ڈال کر تالا لگا دیا۔

آفیسر کو رخصت کر کے سر سلطان نے عمران کی طرف دیکھا جو
وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

عمران ـــ!

جی ـــ اوں ـــ عمران چونک کر سیدھا ہو بیٹھا ـــ

تم کچھ مضطرب سے دکھائی دیتے ہو ـــ!

اوہ کچھ نہیں جناب ـــ دراصل میں چاہتا ہوں کہ صدر مملکت کی زیر صدارت تمام جرنیلوں کی ایک ہنگامی میٹنگ کال کی جائے۔

کیا ـــ سر سلطان کے لئے یہ بات ایٹم بم سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ایسی نگاہوں سے عمران کو دیکھا جیسے اس کی دماغی صحت کے بارے میں شبہ ہو گیا ہو ـــ میرا خیال ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔

ضرور کروں گا لیکن اس میٹنگ کے بعد۔

لیکن میٹنگ کال کرنے کے لئے کوئی جواز بھی تو ہونا چاہیئے۔

کسی بھی بہانے میٹنگ آج رات ہونی ہی چاہیئے! میں فون کر کے وقت دریافت کر لوں گا ـــ عمران یہ کہہ کر اٹھ گیا۔

آخر تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتے ـــ؟ سر سلطان جھلا اٹھے۔

میٹنگ میں سب کچھ آپ کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ قبل از وقت میں اس لئے نہیں بتا سکتا کہ خود پُر یقین نہیں ہوں۔

او کے تمہاری مرضی۔ میرا خیال ہے تم کوئی بھی غیر ذمہ دارانہ قدم اٹھانے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لو گے۔

آپ فکر نہ کریں اگر ایسا ہوا تو تمامتر ذمہ داری مجھ پر عاید ہو گی۔

عمران یہ کہہ کر ڈرائینگ روم سے باہر نکل آیا۔

تنویر نے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ایک خیال نے الجھن میں ڈال دیا۔

ایکسٹو کی اطلاع کے مطابق تصویر والا شخص نورنگ ہاؤس کا مکین تھا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔

وہاں خود مکین خود چوروں کی طرح اپنے گھر میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تنویر نے جلد ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس شخص پر قابو پانے کے بعد اسے دانش منزل پہنچا دے۔ باقی ہر معاملے کی تمام تر ذمہ داری خود ایکسٹو پر ہی عائد ہوگی۔

اس فیصلے کے بعد تنویر آہستگی درخت کے تنے کی اوٹ سے نکلا

اس وقت وہ آدمی ایک بڑے سے درخت کی آڑ میں کھڑا تھا۔

تنویر نے ایک قریبی درخت کی آڑ لے کر دوبارہ جھانکا۔ موصوف اس وقت بھی اسی جگہ کھڑا تھا۔ تنویر سمجھ گیا کہ وہ درخت کے ذریعہ چھت پر پہنچنے کی فکر میں ہے۔ تنویر نے سوچا کہ اسے درخت پر چڑھنے سے پہلے ہی قابو کر لینا چاہیئے۔

وقت کم تھا۔ تنویر پھرتی سے ایک کے بعد دوسرے تنے کی آڑ لیتا ہوا عین اس درخت کے پاس پہنچ گیا جس کی دوسری طرف وہ شخص موجود تھا۔

شائد اس نے بھی تنویر کے قدموں کی آہٹ سن لی تھی۔ وہ تیزی سے واپس پلٹا لیکن اس وقت تک ریوالور کی نالی اس کی گدی سے لگ چکی تھی۔

خاموشی سے ہاتھ اٹھا دو۔ تنویر کی غراہٹ کے ساتھ ہی اس آدمی کے ہاتھ اٹھ گئے۔

تمہاری ذرا سی غلطی تمہیں جہنم میں بھی پہنچا سکتی ہے۔ تنویر نے مزید رعب جمانے کے لئے کڑک کر کہا۔

تصویر والے آدمی نے ایک مرتبہ کنکھیوں سے تنویر کا جائزہ لیا۔ تنویر پوری طرح ہوشیار تھا اس لئے اس آدمی نے خاموش رہنا ہی مناسب خیال کیا۔ اس مرتبہ جیسے ہی اس نے منہ پھیرا اس کی کھوپڑی کے عقبی حصے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

تنویر نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ آزمایا تھا۔
چوٹ کھا کر وہ شخص لہرایا۔ اس نے درخت کے تنے کا سہارا لینے کی کوشش کی لیکن تنویر کے گھونسے نے اسے زمین پر ڈھیر کر دیا۔
تنویر نے پھرتی سے ارد گرد کا جائزہ لیا۔
عمارت کے عقبی حصے کی جھاڑیاں ساکن تھیں۔ دور دور تک کسی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔
بے ہوش آدمی اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ تنویر نے اپنی ٹائی کھولی بے ہوش آدمی کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ کی طرف ―― موڑے اور مضبوطی سے باندھ دیئے۔
پاؤں باندھنے کے لئے خود اس آدمی کی ٹائی بہت مفید ثابت ہوئی۔
اچھی طرح باندھ کر تنویر نے اسے کندھے پر ڈال دیا۔ ایک ہاتھ سے اسے سنبھالا اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور پکڑے وہ تیزی سے واپس مڑا۔
دیوار کے کونے سے اس نے جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ ساکت جھاڑیوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔
اس طرف آ کر تنویر قدرے جھک گیا۔ جھکے جھکے وہ سڑک سے کچھ فاصلے پر ایک جھاڑی کے پاس رک گیا۔
ایک نظر سڑک کا جائزہ لیا اور پھر بے ہوش آدمی کو اسی جھاڑی کی اوٹ میں چھپا دیا۔ اپنے کپڑوں کو درست کیا۔ ریوالور جیب میں ڈالا

اور سڑک پر آگیا۔

سڑک پر آکر تنویر تیز تیز چلتا ہوا کار تک پہنچ گیا۔!

کار اسٹارٹ کی اور دوبارہ اس جگہ آگیا جہاں بے ہوش آدمی کو چھپا رکھا تھا ـــــ کار روک کر وہ نیچے اتر آیا۔

دور ایک کار آتی دکھائی دی۔ تنویر نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔ پھر وہ کار کی سائیڈ سے یوں لگ کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی کا منتظر ہو۔

کار لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔

تنویر نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لگایا اور کنکھیوں سے آتی ہوئی کار کا جائزہ لینے لگا۔ کار میں ایک نوجوان جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگ بغیر تنویر کی طرف توجہ دیئے اس کے پاس سے گزر گئے۔

تنویر نے کار کا عقبی دروازہ کھول دیا۔ سیٹی بجاتا ہوا جھاڑیوں کی طرف بڑھا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے بے ہوش آدمی کو کار کی پچھلی نشست پر پہنچا دیا۔

دروازہ بند کیا اور تقریباً دوڑتا ہوا فرنٹ سیٹ تک پہنچا ـــــ کار اسٹارٹ کی اور گیئر میں ڈال دی ـــ

کار گیئر میں پڑتے ہی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھ گئی اور پھر اس کی رفتار بڑھتے بڑھتے ستر میل فی گھنٹہ تک پہنچ گئی۔

تنویر اس وقت حد درجہ مسرور تھا ـــــ وہ اس حسین اتفاق کے

بارے میں سوچ رہا تھا کہ مطلوبہ آدمی کتنی آسانی سے اس کے قبضہ میں آگیا۔
اس وقت اس کی کار ولنگھم روڈ پر جا رہی تھی ۔۔ اچانک تنویر کو ایک
خالی بوتھ دکھائی دیا۔
اس نے جھٹ پوری قوت سے بریک لگائے ۔ پہیئے مقفل ہو کر سڑک
پر گھسٹے اور کار بوتھ کے پاس رک گئی۔
تنویر نے ڈگی کھول کر ایک کپڑا نکالا اور پچھلی نشست پر بے ہوش پڑے
ہوئے آدمی کو اچھی طرح ڈھانپ دیا۔
کار کے چاروں دروازے قفل والے تھے اس نے ایک لمحہ ضائع کئے
بغیر انہیں مقفل کیا اور بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔
سکے ڈال کر اس نے دانش منزل کے نمبر ڈائل کئے اور سلسلہ ملنے کا
انتظار کرنے لگا۔ چند سیکنڈ بعد دوسری طرف سے کسی نے رسیور اٹھا لیا۔
ایکسٹو ۔۔۔۔ ایکسٹو کی خشک تحکمانہ آواز سنائی دی۔
میں تنویر ہوں جناب ۔۔!
میں تمہاری آواز کو اچھی طرح پہچانتا ہوں ۔۔۔ ایکسٹو کی غراہٹ انتہائی
سرد تھی۔
سوری جناب ۔۔ میں تصویر والے آدمی کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا
ہوں ۔۔
اسے دانش منزل کے سائونڈ پروف کمرے میں پہنچا دو۔
اوکے سر ۔۔۔ تنویر مستعدی سے بولا۔

تعاقب سے ہوشیار رہنا۔ ایکسٹو نے تنبیہ کی۔

سر ــــ قیدی کو پہنچانے کے بعد کیا نورنگ ہاؤس کی نگرانی جاری رکھوں ؟

نہیں ــــ تم سیدھے اپنے فلیٹ جاؤ گے۔ میں جولیا کو بھیج رہا ہوں۔ دوسری طرف سے ایکسٹو نے سلسلہ منقطع کر دیا ـــ

تنویر نے رسیور ہک میں پھنسایا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

فرنٹ ڈور کا تالا کھولا اور پچھلی نشست پر پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کے اوپر سے کپڑا ہٹا کر جائزہ لیا۔ ایک بار بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کو دیکھا اور مطمئن انداز میں سر کو حرکت دی ـــ

کار اسٹارٹ کی اور دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

دانش منزل کا بیرونی پھاٹک اس کی کار کے پہنچتے ہی کھل گیا۔ کار اندر داخل ہو گئی اور دونوں پٹ خود بخود بند ہو گئے۔

تنویر نے کار کو پورچ میں روکا۔ عقبی دروازے کا لاک کھولا اور کپڑا اٹھا کر دیکھا وہ اس وقت بھی بے ہوش تھا ـــ

اسے کندھے پر ڈال کر تنویر نے ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچا دیا۔ عین اسی وقت کمرے میں لگے ہوئے مائیک سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

تنویر ــــ ؟

یس سر ــــ تنویر یہیں اٹینشن ہو گیا۔

تم اسے اس قدر جلد کہاں اور کیسے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔؟

جواباً تنویر نے ایکسٹو کو بے ہوش آدمی کے بارے میں پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

ویری گڈ تنویر ۔۔۔ تم نے اس مرتبہ ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

تھینک یو سر ۔۔۔ تنویر کا سینہ فخر سے پھول گیا۔

اب تم جا سکتے ہو ۔۔۔ ایکسٹو نے نرم لہجے میں اسے جانے کی اجازت دی۔

جب تنویر کی کار دانش منزل سے نکل گئی تو بلیک زیرو آٹومیٹک لاک کھول کر ساؤنڈ پروف کمرے میں آ گیا۔

ایک نظر بے ہوش آدمی کو دیکھا ۔۔۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

تنویر نے اسے بری طرح باندھا ہوا تھا ۔۔۔ کھوپڑی کے عقبی حصے پر ایک ابھار صاف دکھائی دے رہا تھا۔

بلیک زیرو نے اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ چند منٹوں کی جدوجہد کے بعد وہ ہوش میں آ گیا۔

آنکھیں کھولنے کے بعد وہ کچھ دیر تک حیرانگی سے کمرے میں نگاہیں دوڑاتا رہا۔ جیسے خود کو کسی اور جگہ پا کر سوچ رہا ہو کہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔

پھر جیسے اسے سب کچھ یاد آ گیا ۔۔۔ وہ اچک کر اٹھ بیٹھا۔

بلیک زیرو پر نگاہ پڑتے ہی وہ چونک اٹھا ۔۔۔ تنویر کے بجائے ایک

نیا چہرہ دیکھ کر اس کا متحیر ہونا حق بجانب تھا۔

میں — میں کہاں ہوں —؟

تمہاری نگاہ اس قدر کمزور تو محسوس نہیں ہوتی۔ بلیک زیرو اس کی آنکھ میں دیکھ کر مسکرایا۔

میں اس قید کا مقصد دریافت کر رہا ہوں — اس مرتبہ وہ شخص اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور براہ راست بلیک زیرو کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

بلیک زیرو اس کی بے پناہ قوت ارادی کو محسوس کر کے دل ہی دل میں اس کی مضبوط دلی کا قائل ہو گیا۔ لیکن وہ خود کب کسی سے کم تھا۔

اب تم شرافت سے میرے چند سوالات کا جواب دو گے۔!

اوہ گویا میں کسی امتحانی کمرے میں بیٹھا ہوں اس کا لہجہ حد درجہ مضحکہ اڑانے والا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ایک گھونسہ اس کے منہ پر پڑا اور وہ پلٹ کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ بلیک زیرو کا اچانک ہاتھ بڑا کارگر ثابت ہوا تھا۔ ردِ عمل جو کچھ بھی تھا وہ بلیک زیرو کے لئے بالکل غیر متوقع تھا۔

وہ شخص دیوار کے ساتھ ٹکرا کر اسپرنگ کی طرح اچھلا تھا۔ اس سے قبل کہ زیرو مدافعت کے لئے کوئی قدم اٹھاتا حملہ آور کے دونوں پاؤں اس کے سینے پر پڑے۔

بلیک زیرو پیٹھ کے بل فرش پر گر گیا۔

فرش پر گرتے ہی بلیک زیرو تڑپ کر اٹھا لیکن اس وقت تک ایک ٹھوکر اس کے سر پر لگ چکی تھی۔ وہ اٹھنے کی کوشش میں دوبارہ

ڈھیر ہو گیا۔

حملہ آور نے اس کے گرتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ اڑتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا اور لگا ہینڈل سے زور آزمائی کرنے۔

اتنی دیر میں بلیک زیرو سنبھل کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اب اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں اور جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

دروازے سے اچھی طرح زور آزمائی کرنے کے بعد وہ دبلا پتلا سا آدمی غرا کر واپس پلٹا۔ لیکن بلیک زیرو کے بڑھنے کے انداز کو دیکھ کر چونک اٹھا۔

اس مرتبہ بلیک زیرو نے دایاں ہاتھ اٹھایا اور پھر قیدی کے بائیں جبڑے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ بلیک زیرو نے لیفٹ ہک استعمال کر کے اس کا جبڑا ہلا دیا تھا۔

قیدی دائیں طرف لہرایا اسی وقت ایک فلائنگ کک اس کی دائیں پسلی پر پڑی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اب تو بلیک زیرو نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا۔ اس پر دیوانگی سوار ہو گئی۔ پے در پے تابڑ توڑ گھونسے قیدی کے پیٹ اور منہ پر پڑے۔ اور وہ بیہوش ہو گیا۔

بس یہیں بلیک زیرو دھوکا کھا گیا۔ قیدی نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر اسے خوب بیوقوف بنایا تھا۔

قیدی فرش پر پڑے پڑے اچھلا اور بلیک زیرو پیٹ میں

پڑنے والی ٹھوکر کو برداشت نہ کر سکا ۔ وہ الٹ کر گرا ۔ اس مرتبہ قیدی نے اسے سنبھلنے کا بالکل موقع نہیں دیا اور پے در پے کئی گھونسوں سے بلیک زیرو کی تواضع کر دی ۔

بلیک زیرو مارے تکلیف کے کراہ اٹھا ۔ یہ دبلا پتلا آدمی نہ جانے کونسی مٹی کا بنا ہوا تھا ۔ یوں لگتا تھا جیسے فولاد کی کوئی سلاخ ہو۔

قیدی نے دیکھا اس کا مقابل ہر اکر زمین پر گر رہا ہے تو اس نے ایک آخری گھونسہ اس کی پیشانی پر جما کر ہاتھ جھاڑنے شروع کر دیئے۔ وہ بھیر کی غفلت قیدی کو لے ڈوبی ۔ اس نے حیرت سے بلیک زیرو کی طرف دیکھا اور دیوار سے جا ٹکرایا ۔

اسے توقع نہ تھی کہ اس کی چال اتنی جلدی اس پر ہی پلیٹ دی جائیگی ۔ بلیک زیرو نے بے ہوشی کی شاندار اداکاری کر کے قیدی کا بدلہ چکا دیا تھا ۔

اس مرتبہ بلیک زیرو نے اچھل کر دونوں ہاتھوں میں اس کی گردن جکڑ لی ۔ قیدی نے سنبھلنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن بلیک زیرو نے دونوں ہاتھوں کی گرفت مضبوط کر کے اسے فرش پر دے مارا ۔

قیدی کا سر پوری قوت سے فرش کے ساتھ ٹکرایا ۔ اس نے پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھ فرش پر جما دیئے لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ۔

بلیک زیرو نے اس کی پیٹھ پر ایک زبردست ٹھوکر رسید کر دی تھی ۔ پھر بلیک زیرو نے اسے ٹھوکروں پر ہی رکھ لیا ۔

چند منٹوں میں قیدی فرش پر لمبا لیٹا ہوا تھا۔

اس مرتبہ بلیک زیرو نے دور کھڑے ہو کر اچھی طرح اطمینان
قیدی واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹا اور ساؤنڈ پ
کمرے کی دیوار کے قریب لے آیا۔ اس دیوار میں کئی جگہ ہتھکڑیاں سی
رہی تھیں۔

ہتھکڑیاں ایک زنجیر کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ زنجیروں کا د
سرا سیمنٹ کی دیوار میں پیوست تھا۔

قیدی کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر بلیک زیرو۔
اسے دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا۔ پھر اس کے دونوں پاؤں
کر ایک کڑے میں پھنسا دیئے۔ اب قیدی ہوش میں آنے کے بعد
پاؤں ہلانے سے قاصر تھا۔

ایک تنقیدی نگاہ قیدی پر ڈال کر بلیک زیرو آٹومیٹک لاک
کر کمرے سے باہر نکل گیا۔



صفدر پر کیپٹن حاتم علی کا میک اپ کرنے کے بعد ڈرائیور اسے کندھے پر
ل کر باہر لے آیا۔ صفدر اس وقت بھی بے ہوش تھا۔

ڈرائیور نے اسے کار کی پچھلی نشست پر ڈال دیا اور پھر اسے دھکیل کر
رے دروازے کے سہارے بٹھا دیا۔

کار کا دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے جھانک کر ایک نظر صفدر کا جائزہ
۔ صفدر اس وقت عقبی نشست سے ٹیک لگائے یوں پڑا تھا جیسے بیٹھے
سو گیا ہو۔

اس وقت ایک آدمی کار کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

ڈرائیور نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر چونک کر اچھل پڑا۔
ریوالور جیب سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

کون ہو تم — ڈرائیور کڑک کر بولا۔
ریوالور جیب میں ڈال لو — وہ شخص مسکرا دیا اور ڈرائیور کا ریوالو
ہاتھ کانپ گیا۔ بب۔ باس — !
ٹھیک ہے۔ چلو بیٹھ جاؤ — نوارد نے کار کی فرنٹ سیٹ
طرف اشارہ کیا
میں معافی چاہتا ہوں باس — دراصل میں آپ کو پہچان نہیں
ڈرائیور نے ریوالور جیب میں ڈال لیا اور لگا گھگھیانے
ٹھیک ہے۔ باہر نکلنے سے قبل میرا میک اپ میں ہونا ضرو
تک کیا آپ نے میری گستاخی کو معاف کر دیا ہے۔ باس
او۔ کے۔ اب چلو۔ اس مرتبہ باس کا لہجہ بگڑا ہوا تھا۔
تھینک یو — باس — تھینک یو۔ ڈرائیور جلدی سے ڈ
سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا باس عقبی دروازہ کھول کر صفدر کے پہلو
گیا۔
ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور بیک گیئر میں ڈال کر پیچھے
کچھ پیچھے آکر جب کار کے اگلے وہیل بیرونی گیٹ والی سڑک پہ پہنچ
تو اس نے فرسٹ گیئر میں ڈال کر کار آگے بڑھا دی — !
پھاٹک کے قریب پہنچکر اس نے کار روک دی اور نیچے اتر
پھاٹک کے دائیں ہاتھ ایک سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا —
ڈرائیور نے ایک سوئچ کو آف کر دیا۔ قدرے توقف

اس نے پھاٹک کے اونچے اونچے دونوں کواڑوں پہ زور آزمائی شروع کر دی ۔ شاید یوں ہے کہ اس پھاٹک میں بجلی دوڑ رہی تھی ۔۔۔ اس لیے ڈرائیور نے پہلے سوئچ آف کر کے کرنٹ کی سپلائی کو روکا تھا ۔

ڈرائیور کی طاقت آزمائی نے پھاٹک کے دونوں پٹ لیے آواز کھلے چلے گئے ۔

کواڑ کھول کر وہ دوبارہ کار میں آ بیٹھا ۔ کار اسٹارٹ کر کے باہر سڑک پہ لے آیا اور پھاٹک کے کواڑوں کو دوبارہ بند کر دیا ۔

یہ ایک آٹو میٹک پھاٹک تھا جس کے کواڑ بھیڑ دینے سے کرنٹ کی اس میں خود بخود دوڑنے لگتی ہے ۔

اب ان کی کار تیزی سے تارکول کی سڑک پر پھسلتی ہوئی آگے بڑھ گئی ۔ مختلف سڑکوں کی پیمائش کے بعد ان کی کار فوجی علاقے میں داخل ہو گئی ۔ ۔۔۔ ڈرائیور نے کار کو اس سڑک پہ موڑ دیا جو آفیسروں کے سرکاری بنگلوں کی طرف جاتی تھی ۔

کچھ آگے جا کر ایک گیٹ دکھائی دیا ۔ گیٹ بند تھا اور دوسری طرف ایک مسلح سپاہی پہرہ دے رہا تھا ۔

ڈرائیور نے گردن گھما کر باس کی طرف دیکھا ۔ اس نے گردن ہلا دی ۔ عین گیٹ کے سامنے کار روک کر ڈرائیور نے سپاہی کو گیٹ کھولنے کا اشارہ سپاہی بغلی دروازے سے باہر نکلا اور کار کے عقبی حصے کی طرف آ گیا ۔ جیسے ہی سپاہی کی نگاہ صفدر پر پڑی وہ چونک اٹھا ۔ صفدر نے

وقت کیپٹن حاتم کے میک اپ میں تھا۔ اور یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے اونگھ گیا ہو۔ اتنی دیر میں صفدر کے پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی نے کوئی چیز جیب سے نکال کر سپاہی کے سامنے کر دی۔

سپاہی نے ایک نظر اس چمکتے ہوئے اسٹار کی طرف دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دوسرا ہاتھ بغل کے درمیانی حصے پر پہنچ گیا۔

دونوں ہاتھوں سے رائفل کو جھٹک کر اس نے کندھے سے لگایا اور بایاں ہاتھ پھرتی سے واپس نیچے لے گیا۔ ایڑیاں بجائیں اور گیٹ کی طرف مارچ کرتا ہوا بڑھ گیا۔

گیٹ کے کواڑ کھولے اور مودب ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

ڈرائیور نے کار گیئر میں ڈال دی اور دوسرے ہی لمحے تیزی سے اندر داخل ہو گئی۔ اب کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔

آگے ایک چوک تھا۔ باس نے اشارہ سے الٹے ہاتھ مڑنے کے لئے کہا۔ ڈرائیور نے گاڑی ادھر موڑ لی۔ یہ سڑک حاتم علی کے بنگلے کی طرف جاتی تھی۔

صفدر اس وقت بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

کبھی کبھار کار کے ٹرن لینے سے وہ پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی پر آ رہتا ورنہ وہ جلدی سے اسے دوبارہ سیدھا کر کے بٹھا دیتا۔

کار ایک درختوں کے جھنڈ کے قریب سے گزری تو ڈرائیور عقبی نشست بیٹھے ہوئے باس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"سیدھے ہاتھ اسی جھنڈ میں موڑ لو" — باس نے حکم دیا۔

ڈرائیور نے اس حکم کی تعمیل کی۔ کار جھنڈ میں مڑ گئی۔ یہ ایک کچا راستہ تھا۔ آگے چل کر یہ راستہ بند ہو گیا۔

کار روک کر ڈرائیور نیچے اتر آیا۔

ڈرائیور نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور اس کا باس نیچے اتر آیا

نیچے اتر کر اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔

کچے راستے کے الٹے ہاتھ حاتم علی کے بنگلے کا عقبی دروازہ تھا۔ باس نے ڈرائیور کو وہیں رکنے کہا اور خود محتاط قدموں سے چلتا ہوا واپس مین روڈ پر آ گیا۔

مین روڈ پر اس وقت ایک فوجی گاڑی آ رہی تھی۔ یہ گاڑی تیزی سے مٹی اڑاتی ہوئی اس کے سامنے سے گزر گئی۔

فوجی گاڑی کے گزر جانے کے بعد باس تیز تیز چلتا ہوا حاتم علی کے بنگلے کے سامنے والے حصے میں پہنچ گیا۔

پڑوس کا بنگلہ حاتم کے بنگلے سے خاصے فاصلے پر تھا۔ اس درمیانی فاصلے میں درختوں کی بہتات تھی جس کی وجہ سے زیادہ فاصلے کی ہر شے درختوں کی اوٹ میں ہو جاتی تھی۔

باس نے بنگلے کے سامنے والے حصے کا جائزہ لیا اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر دوبارہ عقبی دروازے کی طرف چل دیا۔

ڈرائیور بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ صفدر اسی حالت میں پڑا تھا جس میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

اس نے عقبی دروازے کو ایک تار کے سخت ٹکڑے کی مدد سے کھولا اور کار کا عقبی دروازہ کھول کر صفدر کی بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے باہر کھینچ لیا۔

باس یہ خدمت مجھے انجام دینی ہے — ڈرائیور نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔

نہیں — تم اب واپس جاؤ — سیدھے نورنگ ہاؤس ہی جانا۔

کیا گاڑی یہیں چھوڑ دوں — ؟

گاڑی لے جاؤ — میں آ جاؤں گا۔

او کے باس — ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے بیک گیئر لگایا اور چند لمحوں بعد کار درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئی۔

باس نے صفدر کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا اور دروازے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

وہ بیہوش صفدر کو اٹھا کر اندر لے آیا۔

بیڈ روم کا تالا کھول کر اس نے خفیہ لاک بھی کھول لیا۔ اس کے مطمئن انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس گھر میں بارہا آ چکا ہے اور یہاں کے چپے چپے سے واقف ہے۔

اندر آ کر وہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا — اس نے صفدر کو ایک مسہری پر پھینکا اور پھرتی سے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

ڈرائنگ روم میں ٹیلی فون کے قریب ایک خنجر گڑا ہوا تھا۔

وہ لپک کر اس میز کے پاس پہنچا۔
خنجر میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ اس نے بے تابی سے کاغذ نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔
کسی کا جلدی جلدی گھسا ہوا پیغام تھا۔
" اسے لے کر میجر زیدی والے بنگلے میں پہنچو"
ایک لمحے میں کئی مرتبہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس نے کاغذ کو پرزے پرزے کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ پیغام کے نیچے کے ایس کا نام لکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ حالات قدرے بدل چکے ہیں ۔۔۔ وہ یہی سوچتا ہوا واپس بیڈ روم میں آ گیا۔ لیکن اسے دروازے میں ہی ٹھٹھک کر رک جانا پڑا ۔۔۔ سامنے مسہری خالی پڑی تھی۔
پھر وہ جھونک میں اندر ہی اندر گھستا چلا آیا۔ جس کی وجہ سے صفدر کو خاطر خواہ موقع ہاتھ لگ گیا۔ صفدر نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے لیتا ہوا دیوار تک چلا گیا۔ اچانک حملے نے اس کے حواس غائب کر دیئے۔
پہلے ہی ہلے میں صفدر اس پر چھا گیا۔ مارے بوکھلاہٹ کے وہ آدمی صفدر کے نیچے دبا ہاتھ پاؤں ہلاتا رہا اور مدافعت کی کوشش تک نہیں کر سکا۔ جب اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس ہوا اس وقت تک صفدر اس کا حلیہ بگاڑ چکا تھا۔
اچانک اسے صفدر کو الٹنے کا موقع مل ہی گیا۔
صفدر نے اس کی ناک پر ٹکر ماری۔ لیکن وہ چہرہ سامنے سے ہٹا کر

ہٹ آمیز تنبیہ کو سنا لیکن وہ رکا نہیں
ے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ نسبتاً چوکنے

ے حرکت کی ۔ کمرے میں ایک

ی ۔
ت ہو چکا تھا ۔ اس نے دائیں ہاتھ
ویسے وہ سیاہ پوش کی خنجر زنی

اسے پھینک کر الگ کھڑے ہو جاؤ ـــ سیاہ پوش کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔

صفدر نے پوری قوت سے خنجر اس کی طرف پھینکا اور خود جست لگا کر مسہری کی طرف لپکا۔

سیاہ پوش کو شاید صفدر سے اس قدر دلیری کی توقع نہ تھی تاہم وہ اپنی جگہ سے ہٹا نہیں بلکہ اس کے ہاتھ سے ایک خنجر نکل کر فضا میں چمکا۔

صفدر نے مسہری کے قریب پہنچ کر پیچھے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

دونوں خنجر فضا میں ایک دوسرے سے ٹکرائے اور فرش پہ گر پڑے صفدر دل ہی دل میں اس کی مشاقی پہ عش عش کر اٹھا۔

صفدر کے بازو سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس وقت تک پوری آستین خون سے سرخ ہو چکی تھی۔!

اچانک صفدر پر اس کے سابقہ حملہ آور نے چھلانگ لگا دی۔ اس مرتبہ حملہ بہت شدید تھا۔ صفدر نے لاکھ سنبھلنے کی کوشش کی لیکن اس کی کوئی پیش نہ گئی۔

سیاہ پوش کی موجودگی نے اسکے مدمقابل میں بجلی بھر دی تھی۔ اس نے چند لمحوں میں ہی صفدر کو بے ہوش کر کے فرش پہ ڈال دیا۔

اس کے زخم پر پٹی باندھ دو تاکہ خون ضائع نہ ہو۔ ہمیں ابھی اس کی ضرورت ہے۔ سیاہ پوش نے حکم دیا۔

دوسرے آدمی نے ادھر ادھر دیکھ کر کمرے میں لٹکتی ہوئی ایک قمیض کی آستین پھاڑ لی اور صفدر کے بازو پر باندھنے لگا

اسے اٹھاؤ اور جلدی سے میجر زیدی کی کوٹھی پہنچو۔ سیاہ پوش نے دوسرا حکم دیا اور بے ہوش صفدر اس شخص کے کندھے پر پہنچ گیا۔

اب اس کا رخ دوبارہ عقبی دروازے کی طرف تھا۔

سر سلطان کے ڈرائنگ روم سے نکل کر عمران اپنی فلیٹ کی طرف بڑھ گیا اس وقت وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔
فلیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور کار میں بیٹھ گیا
الجھے ہوئے ذہن پر قابو پانے کے لئے اس نے چیونگم کے ان پیس ایک ہی مرتبہ پھانک لئے اور پھر لگا انہیں کچلنے۔
کار اسٹارٹ کر کے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
گیٹ بند تھا۔ عمران نے قریب پہنچ کر لگا تار دو تین ہارن بجائے
ہارن کی آواز سنتے ہی گل خان چوکیدار لٹھ سنبھالے کار کی طرف لپکا اس وقت مارے غصہ کے اس کی مونچھیں بار بار غوطے کھا کر ابھرنے میں مصروف تھیں۔
قریب آ کر اس نے نسوار کی ڈبیہ جیب سے نکالی اور شیشے والا ڈھکنا کھول کر نسوار عمران کی طرف بڑھا دی۔

ایک جھٹکی کھاؤ۔ سٹورس طبقے روشن ہو جائیں گے۔ پورے دس آنے خرچ کر کے بنایا تھا۔ چوکیدار نے ایک ہی سانس میں شکایت عمران کے گوش گزار دی۔

عمران نے مسکرا کر بہت ساری نسوار کر حلق میں ڈال لی اور بائیں ہاتھ سے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر چوکیدار کی طرف بڑھا دیا۔

لو رکھو۔۔۔ صاحب کا موڈ خراب تھا۔ رات کے کھانے کے بعد منگوائی تھی۔ مجھے یاد نہیں رہا ورنہ تمہیں منع کر دیتا۔

عمران نے جس سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کی اس سے وہ بڑی حد تک مطلب براری میں کامیاب ہو گیا۔

چوکیدار نے دس کا نوٹ جھپٹ کر واسکٹ کی جیب میں ڈالا اور دانت نکال کر بولا۔۔۔ وہ کیوں غصہ کرتی تھی صاحب۔!

جوانی ہوتی ہی دیوانی ہے۔ عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر بری طرح چکرا گیا۔

گیٹ کھولا۔۔۔ عمران نے چوکیدار سے کہا اور سر کو سنبھالنے لگا۔ نسوار نے چیونگم کے ساتھ مل کر منہ میں عجیب کڑوا سا لعاب جمع کر دیا تھا۔

چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔

عمران نے ایکسیلٹر پہ دباؤ ڈالا۔ فیٹ تیزی سے نکل کر سڑک پہ آ گئی۔ نسوار واقعی بہت زوردار ثابت ہو رہی تھی۔

اس کا سر بری طرح چکرانے لگا تھا۔ عمران نے فیٹ ایک جگہ روک کر

نسوار اور چیونگم کا لیپ کھڑکی سے باہر تھوک دیا ۔
جیب سے چیونگم کا نیا پیکیٹ نکال کر چار پیس منہ میں ڈال لیئے ۔
منہ کی کڑواہٹ قدرے دور ہوئی ۔ لیکن سر چکرانے کی رفتار تیز ہو گئی ۔
اسے رات میٹنگ سے پہلے بہت سے ضروری کام سرانجام دینے تھے ۔ لیکن نسوار کی اس چٹکی نے اس کا ذہن الٹ کر رکھ دیا تھا ۔
اسے خود پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا کہ بلا وجہ یہ درد سری مول لی لیکن اس قسم کی بے احتیاطیاں سرزد نہ ہوں تو اسے عمران کون کہے ۔ ؟
چیونگم کے میٹھے پن سے کڑواہٹ تو بڑی حد تک دور ہو گئی لیکن زبان کی نوک پر تکلیف دہ چھالے پڑ گئے ۔
دماغ یوں چکرا رہا تھا جیسے پوری کھوپڑی میں پرندہ اڑتا پھر رہا ہو ۔
اس نے اپنی بے پناہ قوت ارادی کے سہارے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور فیئٹ سٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا ۔
یکا یک اس کی طبیعت متلانے لگی اس نے چیونگم کے چند پیس اور منہ میں ڈال لیئے ۔ اس وقت عمران نے محسوس کیا کہ فیئٹ تیزی سے سڑک کے دائیں طرف بڑھ رہی ہے ۔
اس نے پوری قوت سے اسٹرینگ گھما دیا ۔ عین اسی لمحے اگر اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھا ہوتا تو کار الٹے ہاتھ ایک درخت سے ٹکرا گئی ہوتی ۔
عمران نے ایک مرتبہ پھر سر کو جھٹکا دیا اور اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لانے کی کوشش کرنے لگا ۔ وہ بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا ۔

بس اسی لمحے اس کا ذہن عمرانیت کا شکار ہو گیا۔ اور وہ نسوار قوت ارادی پر نہ جانے کیا کیا سوچنے لگ پڑا۔

سوچتے سوچتے وہ نسوار اور کنفیوشش کے درمیان کوئی تعلق تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ اس درمیانی کڑی کو تلاش کر لیتا لیکن بڑا بھر اس گاڑی کا جو فیٹ کے دائیں دروازے سے رگڑ کھاتی ہوئی گزر رہی تھی۔

عمران نے یکدم پوری قوت سے بریک دبا دیئے۔

دوسری کار بھی کچھ فاصلے پر جا کر رک گئی تھی اور اب اس کا ڈرائیور گاڑی ریورس گیئر میں ڈال کر واپس آ رہا تھا۔

اپنی کار کو فیٹ کے برابر روک کر دوسری کار کا ڈرائیور نیچے اتر آیا۔

ادھر عمران اپنی فیٹ سے اترا۔

پھر جیسے ہی عمران کی نگاہ آنے والے ڈرائیور پر پڑی وہ چونک اٹھا۔ ہو بہو تصویر والا شخص۔ وہی قد و قامت۔ وہی چہرے کے نقوش

عمران نے ایک مرتبہ اس کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور پھر بری طرح سر جھٹک کر دوبارہ اسے گھورنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ آدمی وہی ہے یا نسواری خیالات مجسم ہو کر سامنے آ گئے ہیں۔

تمہیں شراب پی کر ڈرائیو کرتے شرم نہیں آتی۔؟

آتی ہے لیکن —— عمران نے یہ کہہ کر اسے گھورنا شروع کر دیا۔

لیکن کیا۔؟

میں اس وقت نسوار کھا کر ڈرائیو کر رہا ہوں —!

میں کہتا ہوں ہوش میں آؤ ہوش میں - اس مرتبہ ڈرائیور بھی سنک
گیا - اس نے بات کرتے کرتے عمران کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دھکیل
دیا -

لیکن دوسرے ہی لمحے لٹو کی طرح گھومتا ہوا سڑک پر ڈھیر ہو گیا - دھکے
کا جواب عمران نے شاندار مکے سے دیا تھا -

ڈرائیور نے اٹھنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا - اس نے پوری قوت
سے ہاتھ گھمایا - عمران اطمینان سے تھوڑا سا جھک گیا - اس نے دوسرا
بازو گھمایا - اس مرتبہ عمران سڑک پر بیٹھ گیا -

اس کے دونوں وار خالی گئے تھے - ادھر عمران نے اس کی دونوں
ٹانگیں پکڑ کر اسے اٹھا لیا اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ سڑک پر دے مارا
ڈرائیور نے گرتے گرتے خود کو سنبھال لیا - نتیجہ کے طور پر وہ پاؤں کے
بل سڑک پر گرا - اب وہ قدرے خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا -

دیکھو ---- میں نے تمہیں ایک بات سمجھانے کی کوشش کی تھی -
حکومت کرو ---- میں بھی تمہیں کچھ سمجھانے کی ہی کوشش کر رہا ہوں
عمران نے اس کے منہ پر ایک زوردار گھونسہ رسید کرتے ہوئے اطمینان
سے انکشاف کیا -

گھونسا خاصہ جاندار تھا ---- ڈرائیور اس مرتبہ الٹ کر اپنی کار کی ڈگی
سے ٹکرا گیا - اتنی دیر میں عمران اس کے سر پر پہنچ گیا تھا -
اس ڈرائیور نے دونوں ہاتھ عمران کی طرف بڑھا دیئے اور پھر وہ

سے پاؤں کی ٹھوکر پوری قوت سے عمران کے گھٹنے پر مار دی۔

عمران نے جلدی سے پیچھے ہٹ کر اس کی وہی ٹانگ پکڑ لی۔ ڈرائیور کا بیلنس بری طرح بگڑ رہا تھا۔ اس کا یہ وار بھی خالی گیا تھا۔

اب تو عمران نے اس کی ٹانگ پکڑ کر جو شروع کیا مروڑنا۔ تو ڈرائیور کی چیخیں نکل گئیں۔ عمران نے پلٹ کر سڑک کا جائزہ لیا۔

یہ ایک ویران سی سڑک تھی جو مین روڈ سے ہٹ کر ملٹری ایریا کی طرف جاتی تھی۔ عمران نے شاید تنوار کی جھنک میں ہی ادھر نکل آیا تھا۔

دور دور تک کسی کا نام و نشان نہ تھا۔

ٹانگ مروڑتے وقت عمران کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ کسی پیچ دار چیز کو کسنے میں مصروف ہو۔ ادھر چیخ چیخ کر ڈرائیور نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔

یار بتا دینا کہیں ساری چوڑیاں نہ چڑھ جائیں تنوار کے نشے میں عمران نے ہانک لگائی اور ڈرائیور لگا مغلظات بکنے۔

واہ واہ —— جزاک اللہ۔ کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب۔ گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا۔ عمران نے غالب کے شعر کی مٹی پلید کرتے ہوئے اس کی ٹانگ چھوڑ دی۔ ڈرائیور جھلا کر واپس پلٹا۔

اس بار مارے غصے اور جھنجھلاہٹ کے اس کا برا حال تھا۔

وہ سیدھے دھڑک عمران سے لپٹ گیا۔

عمران نے اسے فراخدلی کے ساتھ گلے لگا لیا۔ اور پھر باقاعدہ معانقہ بازی

شروع کردی - ڈرائیور کی شکل مارے حیرت کے بگڑ گئی -
عمران کی ٹائپ اس کے لئے بالکل اچھوتی ثابت ہوئی تھی -
اس نے جان چھڑانے کا بہت چارہ کیا - لیکن عمران نے معانقہ کرنے
کے بعد ایک گھونسہ اور اس کی ناک پر جڑ دیا تھا -
ڈرائیور مکے کی ضرب سے پیٹھ کے بل گرتا لیکن عمران نے اس کا
بازو پکڑ لیا - جس کی وجہ سے گرنے سے بچ گیا -
اس ہمدردی کا بدلہ عمران نے جلد ہی سے لیا - اس نے ڈرائیور کا با
پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا - اور دایاں گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ
میں مار دیا -
ڈرائیور ڈکرا کر عمران کے قدموں میں ہی گر گیا - اس نے گرتے ہی عمرا
کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ لیا - عمران پاؤں جھٹک کر الگ ہٹ گیا -
خبردار جو پاؤں پڑنے کی کوشش کی -
یہ کہہ کر عمران نے ایک ٹھوکر ڈرائیور کے جبڑے پر رسید کردی - وہ اس
زور سے سڑک پر گرا کہ عمران کو بھی گمان گزرا جیسے ڈرائیور صاحب کی ناریل
جیسی کھوپڑی چٹخ گئی ہے -
لیکن خیر ہوئی ڈرائیور کا سر سلامت رہا البتہ وہ بے ہوش ہو گیا -
عمران نے اس کی کنپٹی پہ ایک اور ہاتھ رسید کر دیا - اب وہ ڈرائیور
کے بارے میں دو گھنٹوں کے لئے مطمئن ہو گیا تھا -
سڑک پہ دور ایک ٹرک آتا دکھائی دیا - عمران نے جلدی جلدی بیہوش

کو اٹھا کر اپنی فیٹ کی پچھلی نشست پر ڈال دیا۔

دوسری کار کو سڑک سے اتار کر ایک طرف کھڑا کر دیا۔ ٹرک کے قریب
پہنچنے سے قبل عمران اپنی فیٹ کو اسٹارٹ کر کے تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت نسوار کا نشہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ البتہ زبان پر چھالے موجود
تھے۔ عمران نسوار ایجاد کرنے والے کی شان میں پڑھنے کے لئے نئے نئے قصیدے
تراشنے لگا کہ اس کی بدولت اچانک ایک کام کا آدمی ہاتھ آ گیا تھا۔

عمران کے خیال کے مطابق اس شخص کو بہت پہلے دانش منزل پہنچ جانا
چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ بلیک زیرو کو حکم دے آیا تھا کہ تنویر کو نرسنگ ہاؤس
ایڈریس جا کر روانہ کرے۔

اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس مرتبہ تنویر سے کوئی لاپرواہی
سرزد ہوئی تو اسے ایسی سزا دے گا کہ عمر بھر یاد رکھے گا۔

فیٹ اس وقت ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد عمران
دانش منزل پہنچ گیا۔ عمران کی گاڑی دیکھ کر بلیک زیرو بھی پورچ میں نکل آیا۔
گاڑی روک کر عمران نیچے اتر آیا۔ اسے اندر پہنچا دو۔ اس نے بلیک زیرو
کو حکم دیا اور خود آگے بڑھ گیا۔

ابھی وہ چند قدم آگے بڑھا ہو گا کہ بلیک زیرو کی آواز سن کر ٹھٹک
گیا۔ بلیک زیرو حیرت سے منہ پھاڑے بے ہوش ڈرائیور کو دیکھ رہا تھا۔

کیوں کیا بات ہے زیادہ پسند آ گیا ہے؟

نہیں جناب۔ بلکہ ایسا ہی ایک پہلے بھی موجود ہے! بلیک زیرو نے

متحیر لہجے میں عمران کو بتایا۔

کیا مطلب ۔۔ بلیک زیرو کی بات نے اسے بڑی طرح بوکھلا دیا۔

آپ خود دیکھ لیجئے۔ اندر جا کر ۔!

تم اسے تو اندر لاؤ۔ عمران یہ کہہ کر تیزی سے ساونڈ پروف کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آٹو میٹک لاک کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور واقعی حیرت کے مارے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ سامنے ڈرائیور کا ہمشکل بے ہوش دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔

عمران خاموشی سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔

عین اسی وقت بے ہوش ڈرائیور کو ہوش آ گیا۔ اس کی نگاہ جیسے ہی عمران پر پڑی۔ خود اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

کیوں پیر و مرشد کیا آپ بھی آ گئے دام میں ۔!

نہیں پیارے حاتم ۔۔ میں تو بے دام ہوں ۔ عمران نے اس کے دونوں بازوؤں کو آزاد کرتے ہوئے انکشاف کیا۔

تم ایک منٹ یہیں رکو ۔۔ میں تمہارے جڑواں بھائی کو لے آؤں پہلے

یہ کہہ کر عمران تیزی سے باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو ڈرائیور کو کندھے پر ڈالے ادھر آ رہا تھا۔ عمران تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا ۔۔ لاؤ اسے میرے حوالے کر دو ۔!

کیوں جناب کیا رہا ۔؟

برخوردار حاتم علی سپوت تیبد ہے۔!

ارے معاف کیجئے گا میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کوئی بات نہیں۔ اب تم ایکسٹو کی دُم بن جاؤ فوراً۔

عمران نے یہ کہہ کر بے ہوش آدمی کو کندھے پر ڈال لیا اور ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

حاتم جو ڈرائیور کے میک اپ میں تھا اسے دیکھ کر چونک اٹھا۔

یہ۔ یہ کہاں ہاتھ لگ گیا۔؟

ایسے ہی سیکنڈ ہینڈ مال سمجھ کر اٹھا لایا ہوں۔ پتہ نہیں کام بھی دے گا یا نہیں۔ لیکن برخوردار تمہیں یہ کیا سوجھی تھی؟

جواباً حاتم نے اسے ساری داستان سنا دی۔

بڑے جاندار آدمی پال رکھے ہیں آپ نے عمران صاحب۔ حاتم نے مسکراتے ہوئے تعریف کی۔

شش۔ عمران نے جلدی سے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ کیا کرتے ہو یار، ایکسٹو نے سن لیا تو مار مار کے جوتوں میں دال بانٹنے لگے گا۔

کیا مطلب حاتم نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔

شاید میں غلط بول گیا۔ خیر حاتم نے دریافت کیا۔

آئینہ دیکھ لو۔ فوراً یاد آ جائے گا۔

اوہ — حاتم کے ہونٹ سکڑ گئے اور وہ پھر عمران کے پیچھے ہاتھ

دھوکر پڑ گیا لہذا عمران کو بتانا ہی پڑا کہ وہ کبھی کبھی ایکسٹو کے لئے بھی کام کرتا رہتا ہے۔ اور یہ کہ ایکسٹو معاوضہ دینے میں بہت فراخدل ہے۔

کیا وہ میرے سامنے اصلی صورت میں آیا تھا۔

بھئی پیارے اس کے بارے میں تو مشہور ہے کہ پیدا ہی میک اپ کر کے ہوا تھا۔ عمران نے حاتم کے کان میں سرگوشی کی۔

اوہ — یہ شاید ہوش میں آرہا ہے۔ اچانک حاتم بول اٹھا۔

ہاں — اب تم اپنا یہ میک اپ ختم کر دو۔ میں اس کے لئے سوالنامہ تیار کرتا ہوں۔

ڈرائیور ہوش میں آ گیا۔ اس نے آنکھیں ملیں اور پھر خود کو سڑک کی بجائے ایک کمرے میں پا کر پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

تم — میں — میں کہاں ہوں۔!

اس گناہ گار کی رفاقت میں — عمران نے ہانک لگائی۔

لل — لیکن — تم مجھے یہاں کیوں اٹھا لائے ہو۔

یوں ہی دل کو اچھے لگے اٹھا لایا۔

مجھے جانے دو — مجھے جانے دو — ڈرائیور ہذیانی انداز میں چیختا ہوا دروازے کی طرف لپکا۔ عمران مطمئن کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

ڈرائیور نے دروازے کے ہینڈل پر خوب زور آزمائی کے بعد پلٹ کر دیکھا۔ شاید اس نے بھڑ جانے کا ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن پلٹتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔

اس مرتبہ اس کی نگاہ حاتم پر پڑ گئی تھی ۔ کمرے میں دو آدمیوں کو دیکھ کر اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا ۔

اگر تمہیں اپنے سپیئر پارٹس کہیں سے ملنے کی توقع ہو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں ۔ عمران نے اسے مرعوب ہوتے دیکھ کر ہانک لگائی ۔

آخر تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے ۔ تم کیا چاہتے ہو ۔! ڈرائیور نے ہتھیار ڈال دیئے ۔

صرف ایک امتحانی پرچہ حل کر دو ۔ پاس ہو جانے کی صورت میں رہا کر دیئے جاؤ گے ۔

کیسا امتحانی پرچہ ۔!

زبانی حل کرو ۔ نورنگ ہاؤس میں تمہاری کیا حیثیت ہے ؟

نن ۔۔۔ نورنگ ہاؤس ۔ ڈرائیور اس مرتبہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا ۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے اور چہرہ پیلا پڑ گیا ۔

ایک سوال کے لئے صرف ایک منٹ دیا جا سکتا ہے ۔ اس مرتبہ عمران کا کھلنڈرا پن نہ جانے کہاں کھو گیا تھا ۔

میں ایک معمولی کارکن ہوں ۔ ڈرائیور نے عمران کے لہجے کی درندگی سے گھبرا کر جواب دیا ۔

تمہارا باس کون ہے ۔ ؟

میں نے اس کی صورت کبھی نہیں دیکھی ۔

اپنی دیکھی ہے کبھی ؟

جی ہاں ـــ ادب ـ عمران کے سوال کا بے ساختہ جواب دیتے ہیں۔
ڈرائیور کو اپنی حماقت کا احساس ہوا ۔

پیراڈائیز کارنز والے آدمی کا کیا حشر کیا تم نے ۔!

اوہ ـــ تو تمہارا تعلق پولیس سے ہے ۔ فل ۔ لیکن میرا کیا ہوگا ۔؟

اب ڈرائیور نے باقاعدہ کانپنا شروع کر دیا تھا ۔

اگر تمہاری اطلاعات درست ہوئیں اور ان سے ہمیں فائدہ ہوا تو یقیناً تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ۔ عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

ڈرائیور نے جواباً تفصیل سے سمندر کے بارے میں بتاتے ہوئے انکشاف کیا کہ وہ صفدر کیپٹن حاتم کل کے میک اپ میں حاتم کے بنگلے پر پہنچا آیا ہے ۔

ہوں ۔ عمران اس اطلاع پر چونک اٹھا ۔ کیا اس پر اس آدمی جیسا میک اپ کیا گیا ہے ۔؟ عمران نے حاتم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ۔

جی ہاں ـــ بالکل ایسا ہی میک اپ ۔!

عین اسی وقت دانش منزل کے سائونڈ پروف کمرے میں ایک بلب جل جل کر بجھنے لگا ۔ عمران سمجھ گیا کہ کسی وجہ سے بلیک زیرو کو اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔

وہ حاتم اور ڈرائیور کی نگرانی کرنے کا کہہ کر جلدی سے آٹومیٹک ڈور کھول کر باہر نکل گیا ۔

بلیک زیرو کے پاس پہنچا تو وہ بہت زیادہ متفکر دکھائی دے رہا تھا ۔

کیا بات ہے طاہر۔ بہت پریشان دکھائی دے رہے ہو۔

بلیک زیرو نے فون ٹیپ کا بٹن دبا دیا۔ جولیا کی آواز سنائی دی۔ جولیا کی رپورٹ سن کر عمران کے حواس غائب ہو گئے۔ اس نے جلدی جلدی طاہر کو کچھ ہدایات دیں اور خود بھاگ کر اپنی فیٹ کے قریب پہنچ گیا۔

دوسرے ہی لمحے اس کی فیٹ تیز رفتاری سے باہر نکل رہی تھی۔



ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ جولیانے ریسیور اٹھا لیا۔

ایکسٹو۔۔۔ دوسری طرف سے اس سے اس کے پُر اسرار چیف کی آواز سنائی دی۔

میں جولیا بول رہی ہوں جناب۔۔۔! جولیا کا لہجہ حد درجہ مؤدب تھا۔

ایک ایڈریس نوٹ کرو۔

ون منٹ پلیز۔ جولیانے جلدی سے ایک نوٹ بک نکال کر میز پر رکھدی۔

نورنگ ہاؤس۔ الفا اسٹریٹ۔ عمارت چھاپلا مینشن سے ملحق ہے۔

یس سر۔۔۔ ایڈریس نوٹڈ۔

اس عمارت کی نگرانی کرو۔ اگر کوئی عمارت سے نکلے تو اس کا ہوشیاری سے تعاقب کرو خیال رہے کسی کام میں مداخلت نہ ہو۔

بہت بہتر جناب ۔ جولیا نے مستعدی سے جواب دیا ۔ اس کے جسم کا رواں رواں خوشی سے کانپنے لگا ۔ ایکسٹو جب کوئی کام سیکرٹ سروس کے کسی مرد ممبر کی بجائے اس کے سپرد کرتا تھا تو فخر سے اس کا دماغ آسمان پر پہنچ جاتا تھا ۔

غیر معمولی حالات کی اطلاع دینے کے لئے زیرو تاؤن کا ٹرانسمیٹر پاس رکھو ۔

یس سر ۔ جولیا نے مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسیور رکھ دیا ۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا ۔

جولیا کم سے کم وقت میں تیار ہو کر اپنی کار میں الفا اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئی ۔

چھابلا جینش ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی ۔ ادھر پھر آگے گزر کر اس کی نگاہ تورنگ ہاؤس پر پڑی جس کی اونچی فصیل میں لگا ہوا پھاٹک بند تھا ۔

جولیا اپنی گاڑی آگے لیتی چلی گئی ۔ اس نے اگلے چوراہے سے ٹرن لے کر کار کو ایک طرف کھڑا کر دیا ۔ اس جگہ سے تورنگ ہاؤس کا بلاک بس پھاٹک صاف دکھائی دیتا تھا ۔

عمارت کے سامنے سے گزرتے وقت جولیا نے دائیں فصیل کے ساتھ بنے ہوئے بلاک کی موجودگی سے یہ اندازہ لگا لیا کہ پھاٹک کے علاوہ عمارت سے نکلنے کے لئے کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے ۔

ابھی جولیا کو وہاں کھڑے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اسے پھاٹک کے

کواڑ سرکتے ہوئے دکھائی دیئے۔

اس نے کار اسٹارٹ کر لی۔

چند منٹ بعد حسب توقع ایک کار باہر نکل کر سڑک پر کھڑی ہوگئی۔ جولیا نے دیکھا کہ ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی اتر کر کواڑوں کو بند کر رہا ہے۔

فیرنگ ہاؤس سے نکلنے والی کار کا رخ دوسری جانب تھا اس لئے جولیا نے اپنی کار کو ریورس میں ڈال لیا۔

اتنی دیر میں عمارت سے نکلنے والی کار دوبارہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی جولیا نے اپنی کار کو موڑ کر تعاقب میں ڈال دیا تھا۔

اگلی کار ایک سڑک پر مڑ کر نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ جولیا نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ وہ اس کار کو کسی بھی حالت میں نگاہوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ٹرن لیتے ہی اسے اگلی گاڑی دکھائی دی جولیا نے مناسب فاصلہ طے کر کے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔

وہ کار مین روڈ سے ہٹ کر ایک ویران سی سڑک پر مڑ گئی۔ جولیا سمجھ گئی کہ فوجی ایریا کی طرف جا رہی ہے۔

اس سڑک پر چونکہ ٹریفک بہت کم رہتی تھی۔ اس لئے جولیا کے لئے اگلی کار والوں کو بے خبر رکھ کر تعاقب کرنا مشکل ہو گیا

اچانک اسے یاد آگیا مین روڈ سے ایک اور سڑک کچھ آگے جا کر اس سڑک کو کراس کرتی ہے۔

جولیا نے رفتار بڑھا دی اور مین روڈ پر آگے چلی گئی۔

کم و بیش ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مطلوبہ سڑک دکھائی دی جولیا اپنی کار کو تقریباً اڑاتی ہوئی اس سڑک پر مڑ گئی۔

دونوں سڑکوں کے کراس پر پہنچ کر جولیا نے بائیں طرف دیکھا۔ کار کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔

وہ گھبرا گئی کہ کہیں اس نے کار کو کھو نہ دیا ہو۔

لیکن اس کا خدشہ بے بنیاد ثابت ہوا۔ وہ گاڑی دور سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ جولیا کی جان میں جان آئی۔ اب مسئلہ درپیش تھا۔ خود کو پوشیدہ کرنے کا سو اس کا حل بھی فوراً ہی سوجھ گیا۔

جولیا نے کار کو درختوں کے اس جھنڈ کی طرف موڑ لیا جو کراس سے کچھ فاصلے پر اچانک دکھائی دیا تھا۔

جھنڈ میں کار کھڑی کرنے کے بعد جولیا کو محسوس ہوا کہ قدرت نے اس کے لئے واقعی ایک محفوظ پناہ گاہ مہیا کر دی تھی ورنہ اس مرتبہ وہ دوسری کار کے آدمیوں کو ضرور نظر آ جاتی۔

کار یکساں رفتار سے آتی دکھائی دی اور پھر سیدھی گزر گئی۔

جولیا نے بغور دیکھا۔

کار میں تین آدمی تھے۔ ایک ڈرائیو کر رہا تھا اور دو پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک ٹیک لگائے سو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد جولیا نے اپنی گاڑی جھنڈ سے نکالی اور اسی سڑک پر ہولی۔

اس طرح تعاقب کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا۔

جولیا نے اس مرتبہ بھی درمیانی فاصلے کا خاص طور سے خیال رکھا اسی وجہ سے اگلی کار جب ایک گیٹ کے سامنے رک گئی تو جولیا کو کار روکنے کے لئے ایک مناسب آڑ مل گئی۔

وہاں سے کار صاف دکھائی دے رہی تھی۔ جولیا نے دیکھا کہ ایک مسلح سپاہی گیٹ کے دوسری طرف سے گاڑی کے قریب آیا اور جھک کر پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے آدمیوں سے کچھ دریافت کرنے لگا۔

پھر جولیا نے اس سپاہی کو سیلوٹ کرتے دیکھا جولیا کا دل دھک سے رہ گیا۔ اُسے شبہ ہو گیا کہ کہیں وہ اصل کار کو کھو تو نہیں بیٹھی۔ اس نے غور سے نمبر پلیٹ کو دیکھا اور ایک طویل سانس اس کے حلق سے آزاد ہو گئی

کار کا نمبر وہی تھا جنہیں جولیا نے نونگ بس سے کار کے نکلتے ہی ذہن نشین کر لیا تھا۔ اب جولیا الجھن کا شکار ہو گئی کہ کہیں اگلی کار میں کوئی آفیسر تو نہیں۔ اگر کوئی فوجی آفیسر ہے تو ایکسٹو نے اس کی نگرانی کیوں شروع کروا رکھی ہے۔ وہ سوچتی رہی اور الجھتی رہی۔

سپاہی نے گیٹ کھولا تھا اور کار اندر داخل ہو گئی تھی۔

جولیا نے کار اسٹارٹ کی اور اگلے ہی لمحے وہ گیٹ کے سامنے پہنچ گئی۔ سپاہی لپک کر اس کے قریب آیا۔

اس نے کار کے ایک خفیہ خانے سے تہہ کیا ہوا ایک کارڈ نکال کر سامنے کر دیا۔ یہ کارڈ ایسے موقعوں کے لئے ہی سیکرٹ سروس سے ہر ممبر کو ملتا

کئے گئے تھے۔

سپاہی نے سر ہلایا اور جولیا کے لئے گیٹ کھول دیا۔

جس وقت تک جولیا گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ اگلی کار ایک چوک سے الٹے ہاتھ مڑتی ہوئی دکھائی دی

چونکہ یہ علاقہ فوجی آفیسروں کے بنگلوں کے لئے مخصوص تھا اس لئے ہر بنگلے کی طرف ایک پختہ سڑک ضرور جاتی تھی۔ جولیا نے اس مرتبہ کار کی رفتار نسبتاً تیز رکھی تاکہ اگلی کار کو ادھر ادھر مڑ کر غائب ہونے کا موقع نہ مل سکے۔

چوک پر پہنچتے ہی جولیا کو وہ کار سڑک کے دائیں ہاتھ ایک بنگلے کے سامنے درختوں کے جھنڈ کی طرف مڑتی دکھائی دی۔

جولیا نے دیکھا چوک سے آگے جانے والی سڑک مڑ کر اس جھنڈ کی دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ اس نے اپنی کار اسی سڑک پر آگے بڑھا دی۔

الٹے ہاتھ موڑ کر اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور نیچے اتر آئی

پھر وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اس جھنڈ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس وقت جھنڈ کے ایک عقبی راستے پر چل رہی تھی۔

دوسری کار تک پہنچنے کے لئے یہ راستہ ایک اندر بنگلے کے باغیچے میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ جولیا نے بغور جائزہ لیا۔ یہ باغیچہ اس بنگلے کے پچھواڑے واقع تھا۔

جولیا بے دھڑک باغیچے میں گھس کر اس جھنڈ تک پہنچ گئی۔ اس نے کچھ شاخیں ہٹا کر دیکھا۔ کار کھڑی تھی۔

پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنے ساتھی کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا۔ کار ڈرائیو کرنے والے نے اپنی خدمات پیش کیں لیکن اس آدمی نے سختی سے اس کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے واپس جانے کا حکم دیا اور خود اپنے ساتھی کو کندھے پر اٹھائے ایک دروازے سے اندر گھس گیا۔

کار واپس چلی گئی۔

جولیا نے بغور جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں لپٹا ہوا کوئی شخص ہے وہ بنگلے کے برآمدے کی چھت پر دبکا ہوا تھا جولیا تیزی سے بنگلے کے ساتھ والے حصے کی طرف آ گئی۔ اس نے سینڈل اتار کر ایک جگہ ڈال دیے اور ایک درخت کے تنے پر چڑھ گئی جس کی لمبی لمبی شاخیں چھت کے سامنے والے حصے تک جاتی تھیں۔ چھت پر پہنچنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک روشندان سے جھانک کر دیکھا تو اندر عجیب منظر دکھائی دیا کار میں آنیوالے دونوں آدمی ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے تھے۔ معاملہ جولیا کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے تماشائی بنی رہی۔

اچانک وہ چونک اٹھی۔ اس مرتبہ دروازے میں ایک سیاہ پوش دکھائی دیا۔ جولیا نے پہچان لیا یہ وہی چھت والا آدمی تھا۔ اس نے خنجر پھینکا اور کمرے میں لڑنے والے آدمیوں میں سے ایک اپنا بازو پکڑ کر چیخ اٹھا۔ پھر ان کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی لیکن وہ نہ سن سکی۔

اس نے غور سے روشندان کی بناوٹ کو دیکھا اور سمجھ گئی کہ

کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ پھر اس نے محض تماشہ دیکھنے پر ہی اکتفا کیا

زخمی آدمی بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے بازو پر پٹی باندھ دی۔

پھر پٹی باندھنے والے نے زخمی کو کندھے پر اٹھا لیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ سیاہ پوش کمرے ہی میں رہا۔ جولیا روشندان سے چپکی بیٹھی رہی۔

کچھ دیر بعد سیاہ پوش نے اپنا لبادہ اتار لیا۔ جولیا نے غور سے دیکھا وہ کوئی غیر ملکی تھا۔ بیش قیمت سوٹ میں ملبوس۔ جولیا نے اسے اس سے قبل کہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ اس کے لئے رکی رہی۔

سیاہ لباس اتار کر غیر ملکی دروازے سے باہر نکل گیا۔ جولیا سرک کر دوسرے روشندان کے قریب آگئی اور جھانک کر دیکھا۔

وہ ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر کے عقبی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

جولیا بلا تاخیر چھت سے اتر کر دوبارہ جھنڈ میں پہنچ گئی۔

غیر ملکی بنگلے کا عقبی دروازہ بند کر کے ایک طرف چل دیا۔

اس وقت وہ سڑک کی بجائے ایک درمیانی راستے پر چل رہا تھا۔

جولیا کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کرتی رہی۔

تعاقب کا یہ سلسلہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ غیر ملکی ایک اور بنگلے کے عقبی دروازے کے سامنے رک گیا تھا۔ جولیا حیران تھی کہ ملٹری ایریا میں ایک غیر ملکی کو اس قدر آزادی سے داخل ہونے کی اجازت کیونکر ملی ہو گی۔

جلد ہی وہ آدمی عقبی دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔

جولیا نے اس مرتبہ بھی چھت پر چڑھنا ہی مناسب خیال کیا اور پھر اسے ایک مناسب ذریعہ جلد ہی سوجھ گیا۔

ایک پائپ چھت سے نیچے زمین تک لگا دکھائی دیا۔ جولیا کو اسی کے سہارے اوپر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

اوپر چڑھ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک غسل خانے کی چھت پر ہے۔

اگر وہ فوراً ہی چھت پر لیٹ نہ گئی ہوتی تو ضرور دیکھ لی جاتی۔

غیر ملکی اس وقت اپنے سوٹ پر دوبارہ سیاہ لبادہ پہن رہا تھا پھر اس نے نقاب بھی پہن لیا۔

جولیا سمجھ گئی کہ وہ دوسرے آدمیوں سے اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ سیاہ پوش نے دروازہ کھولا اور ایک کمرے میں گھس گیا۔

یہ بنگلہ بھی اسی ٹائپ کا تھا جس کی چھت پر جولیا پہلے چڑھی تھی۔ لہٰذا اسے کمروں کے بارے میں اندازہ لگاتے وقت بالکل دقت نہ ہوئی۔

وہ دبے پاؤں بنگلے کی چھت پر ہوتی ہوئی دوسری طرف اتر گئی اور پھر اترتے ہی اس کی بانچھیں کھل گئیں۔ درختوں کی بہتات کی وجہ سے سامنے والا حصہ بالکل چھپا ہوا تھا۔ سائے کی وجہ سے قدرے اندھیرا بھی تھا۔

جولیا نے آواز چلتی ہوئی روشندان کے قریب پہنچ گئی۔ روشندان

کے قریب جا کر وہ جھکی اور پھر اسے بیٹھ جانا پڑا۔ کروٹ بدل کر اس نے کمرے میں جھانکا اور بری طرح چونک گئی۔ کمرے میں دو لاشیں پہلے سے موجود تھیں۔

ایک لاش کسی باوردی میجر کی تھی اس کی پیشانی پر ایک گول نشان تھا۔

دوسری لاش کسی سپاہی کی تھی — سپاہی بھی وردی میں تھا۔ لیکن اس کی لاش دیکھ کر جولیا چونک سی گئی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سپاہی کی لاش دریا سے نکالی گئی ہے۔

اس کی وردی گیلی تھی اور فرش پر خاصا پانی پھیلا ہوا تھا۔

سپاہی کی لاش پھولی ہوئی تھی۔ شاید اس کے جسم میں پانی بھر گیا تھا۔

دونوں لاشیں فرش پر پڑی تھیں۔

جولیا نے دیکھا بے ہوش آدمی کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ اسے اٹھا کر لانے والے شخص نے اسے مسہری پر ڈال دیا۔

عین اسی وقت دروازہ کھلا اور پھر وہ آدمی چونک گیا۔ دروازے میں وہی سیاہ پوش کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ ریوالور کی نال اس آدمی کی طرف اٹھی ہوئی تھی جو بے ہوش آدمی کو اٹھا کر لایا تھا۔

بب — باس — باس۔ اس آدمی کا جیسے دم نکل گیا۔

یس مائی ڈیئر فنگن۔ سیاہ پوش نے تمسخرانہ لہجہ میں جواب دیا۔

کیا آپ — آپ میری جان لینا چاہتے ہیں — !

نہیں ۔۔ میں صرف تمہیں الوداع کہنا چاہتا ہوں ۔

مگر یہ ریوالور ۔۔ !

اوہ یہ ۔۔۔ فکر مت کرو ۔ اس میں ایک بھی گولی نہیں ہے ۔۔ !

پھر ۔۔ پھر آپ نے مجھ پر یہ کیوں تان رکھا ہے ۔ ؟

صرف الوداع کہنے کے لئے ۔

مم ۔۔ میں ۔ بہت خوفزدہ ہو رہا ہوں باس ۔

ظاہر ہے موت کو سامنے دیکھ کر تم خوش نہیں ہو سکتے ۔

مم ۔ مگر ۔ میرا قصور باس ۔

بیکار چیزوں کا یہی قصور ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کی نہیں ہوتیں ۔

مگر میں نے ہمیشہ آپ کے لیئے کارنامے سرانجام دیئے ہیں ۔

اسی لیئے زندہ بھی رہے ہو ۔ اب تم کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے ۔ سوائے اس کے کہ کسی وقت میرے لئے ہی مصیبت کا باعث بن جاؤ ۔

اسی لیئے خدا حافظ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا ۔

سیاہ پوش نے یہ کہکر ریوالور کا ٹریگر دبا دیا ۔

جولیا نے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس کی ہنسی نکل گئی ۔ ریوالور کی نال سے ایک لئی سی نکل کر سامنے کھڑے ہوئے آدمی کے منہ پر گری تھی ۔ بالکل ایسے جیسے ریوالور نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہو ۔

پیسٹ آدمی کے منہ پر گرا اور خود وہ آدمی بھی ہنس پڑا ۔ شاید اس کی

دانست میں سیاہ پوش نے اس سے مذاق کیا تھا۔

اچانک جولیا چونک اٹھی۔ اس آدمی نے جیب سے رومال نکال کر پیٹ کو پونچھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ صاف ہونے کی بجائے اس کے منہ پہ چپڑ گیا۔ ایک منٹ بعد اس نے بری طرح اپنا چہرہ رگڑنا شروع کر دیا تھا۔

جولیا نے غور سے دیکھا اب اس آدمی نے چیخنا بھی شروع کر دیا تھا۔ ساتھ ہی جولیا کے کانوں میں سیاہ پوش کے سنگدلانہ قہقہے کی آواز آئی۔

چہرہ رگڑتے رگڑتے وہ شخص اچانک لہرایا اور فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

جولیا نے دیکھا وہ مر چکا تھا۔ ایسی عجیب موت جولیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے مزید غور سے دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا۔ جیسے مردہ آدمی کے چہرے پر سینکڑوں چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔

یہ چیونٹیاں چند سیکنڈ کے لئے دکھائی دیں اور پھر نہ جانے کہاں غائب ہو گئیں۔

جولیا کے پورے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

سیاہ پوش نے اپنا لبادہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ وہ مسہری پر بے ہوش پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

چند لمحے وہ اسے گھورتا رہا پھر ایک عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی اور اس کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے کے تحت

چمک اٹھیں۔

جولیا سانس روکے اس کی حرکات کا جائزہ لے رہی تھی۔

غیر ملکی نے اپنا اسٹینگ گن ریوالور جیب میں ڈال لیا اور بے ہوش آدمی کو مسہری سے کھینچ کر دیوار تک لے آیا۔

اب وہ بے ہوش آدمی کو دیوار کے سہارے بٹھا رہا تھا۔

جولیا نے دیکھا غیر ملکی آدمی نے اپنا ریوالور نکال کر اس کا دستہ رومال سے صاف کیا اور دیوار کے سہارے بیٹھے ہوئے بے ہوش آدمی کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔

ایک نظر کمرے کا جائزہ لے کر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جولیا لپک کر برابر والے روشندان کے قریب پہنچی۔ اس نے جھانک کر دیکھا وہ ٹیلیفون کا ریسیور ہاتھ میں تھامے کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

جولیا نے روشندان میں تھوڑی سی جھری پیدا کر لی۔

اس نے نمبروں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی غیر ملکی بڑی تیزی سے نمبر ڈائیل کر رہا تھا دوسرے فاصلہ بھی زیادہ تھا۔

نمبر ڈائیل کرنے کے بعد غیر ملکی کچھ دیر کھڑا رہا۔

ہیلو ــــ میں کیپٹن حاتم علی بول رہا ہوں۔ غیر ملکی کی آواز سنائی دی اور جولیا چونک اٹھی۔

دوسری طرف سے نہ جانے کیا جواب ملا ۔

دیکھو ۔ ایف تھرٹین میں تین لاشیں پڑی ہوئی ہیں ۔ ہاں میں ۔ میں میں نے ۔ ! غیر ملکی ہکلا کر بولا اور پھر اس نے ریسیور اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کر دیا ۔

اب وہ بڑی پھرتی سے دوبارہ پہلے کمرے میں گیا اور بے ہوش آدمی کو کھینچ کر فون کے قریب لے آیا ۔

جولیا کا دل دھک سے رہ گیا ۔ وہ سمجھ گئی کہ اس بے ہوش آدمی کو پھانسا جا رہا ہے ۔

غیر ملکی آدمی اس کارروائی کے بعد تیزی سے عقبی دروازے کی طرف بھاگا ۔ جولیا نے بھی پھرتی سے نیچے اترنے کی کوشش کی ۔

نیچے پہنچکر جولیا عقبی دروازے کی طرف لپکی لیکن وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا غیر ملکی آدمی کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا ۔

جولیا نے بے تابی سے ہاتھ ملے ۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ چند منٹ پہلے ہی کیوں نہیں اتر گئی ۔

لیکن اب کیا ہو سکتا ہے ۔ وہ وہیں کھڑی سوچتی رہی ۔

نہ جانے وہاں کھڑے کھڑے اسے کتنی دیر ہو گئی کہ اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں کہیں سے رینگ آیا کہ کیوں نہ وہ اندر جا کر اس بے ہوش آدمی کو ہوش میں لا کر اسے سب کچھ بتا دے ۔

اس کے اس خیال پر جلد ہی اوس پڑ گئی کیونکہ اسے خود اپنی نازک پوزیشن

پوزیشن کا احساس ہو گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اپنی کار تک پہنچی۔ کار میں پہنچکر اس نے اپنے ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کو کال کرنا شروع کر دیا۔

اور پھر وہ ایکسٹو کو تمام حالات بتانے لگی۔ عین اسی وقت اسے کئی فوجی گاڑیوں کی گھوں گھوں سنائی دی۔

جولیا نے چونک کر اپنے عقب میں دیکھا اور پھر اس نے کار اسٹارٹ کر کے گیئر میں ڈال دی۔

دانش منزل سے نکل کر عمران کی فیئٹ ہوا کے دوش پر سوار ہوگئی جولیا کی رپورٹ اس کے ذہن میں بگولے کی طرح چکرا رہی تھی۔ اس رپورٹ سے ڈرائیور کے بیان کی تصدیق بھی ہوگئی۔

ڈرائیور کی گفتگو سے تو عمران نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ صفدر کو حاتم کے میک اپ میں وہاں لے جانے کا مقصد حاتم کو پھانسنا ہے۔ لیکن جولیا کی رپورٹ کے مطابق غیر ملکی نے ایک بے ہوش آدمی کے ہاتھ ریوالور پکڑا کر کہیں فون کیا تھا۔

جولیا نے اپنی کال میں غیر ملکی آدمی کی پوری گفتگو بھی دہرا دی تھی جس سے عمران کو سمجھنے میں دیر نہ لگی ۔ کہ صفدر کو ایک خطرناک صورتحال میں جکڑ لیا گیا ہے۔

مجرم جو کوئی بھی تھا اس نے بڑی ہوشیاری سے جال پھیلایا تھا۔ اگر عمران یا حاتم اس حد تک باخبر ہوتے تو اُن کا اس جال میں پھنس جانا کچھ عجیب نہیں تھا۔ بہرطور اس وقت تو مسئلہ صفدر کو چھڑانے کا تھا۔

عمران نے فیٹ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی۔

اس وقت وہ خطرناک ترین رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا ایسے موقعوں پر انجام کا احساس یا خدشات اس کے ذہن میں نہ جانے کہاں سو جاتے ہیں کہ اسے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

بس ایک ہی دھن سوار تھی۔ کسی طرح ملٹری پولیس کے پہنچنے سے قبل صفدر تک پہنچ جائے۔

اس نے سڑک کے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہ اس وقت ملٹری ایریا سے چار میل دور تھا۔ چار میل وہ دھیرے سے بڑبڑایا اور پھر اس کے پاؤں کا بوجھ ایکسیلیٹر پر مزید بڑھ گیا۔

فیٹ کو جیسے پر لگے ہوئے تھے ـــــ سڑک دُور دُور تک ویران تھی اس لئے عمران کچھ اور بھی بے فکری سے رفتار بڑھائے جا رہا تھا پلک جھپکتے ہی وہ ملٹری ایریا میں پہنچ گیا۔

عمران نے دور ہی سے دیکھ لیا کہ داخلے کے گیٹ پر ملٹری پولیس قابض ہے اس سے صورتحال اور بھی خطرناک ہو گئی۔

اب عمران اندر گھسنے کے جی میں آیا کہ بحیثیت ایکسٹو میدان میں کود پڑے اور مجرم کے کئے دھرے پر پانی پھیر دے لیکن دوسرے ہی لمحے اسے ان

پیچیدگیوں کا احساس ہوا جو بعد میں پیدا ہو سکتی تھیں۔

وہ اپنی گاڑی کو گیٹ کے سامنے والی سڑک پر سیدھا ہی لیتا چلا گیا۔

وہ سمجھ گیا کہ ابھی سارے علاقے کی ناکہ بندی نہیں ہوئی۔

عمران دائیں طرف لگی ہوئی خاردار تاروں کی باڑ کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اچانک ایک جگہ اسے چھوٹی پلیا دکھائی دی اور اس کی باچھیں کھل گئیں۔

خاردار تاروں کے جال کے نیچے اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی بآسانی گزر سکتا تھا۔ عمران ایک لمحے تاخیر کئے بغیر اس گندی موری میں گھس پڑا اور دوسرے ہی لمحے وہ ملٹری ایریا کے اندر تھا۔

جولیا کی رپورٹ کے مطابق اس کی منزل مقصود بنگلہ نمبر ایف تھرٹین تھی۔

نہ جانے یہ بنگلہ کس طرف ہے۔ عمران نے سوچا۔

عین اسی وقت سائرن کی آواز سنائی دی۔

عمران نے چونک کر دیکھا دور گیٹ کے قریب تین فوجی گاڑیاں رکی تھیں وقت بہت کم تھا اور اسے مطلوبہ بنگلے کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔

بھاگتے بھاگتے عمران سڑک کے قریب پہنچ گیا۔ اسی لمحے فوجی گاڑیاں گیٹ سے اندر داخل ہو گئیں۔

گاڑیاں اسی طرف آ رہی تھیں۔ جدھر منہ کئے وہ بھاگ رہا تھا۔ اب

اسے اندازہ ہوگیا کہ مطلوبہ بنگلہ اسی سڑک پر کسی جگہ واقع ہے کیونکہ اگر وہ کسی دوسری طرف واقع ہوتا تو فوجی گاڑیاں دوسری سڑک استعمال کرتیں۔ یہ سڑک ایک لحاظ سے پورے کیمپ کے گرد تار کے ساتھ ساتھ چکر لگاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

فوجی گاڑیاں عقب سے قریب آتی جا رہی تھیں۔

اچانک عمران کو ایک موٹر سائیکل دکھائی دی۔ یہ موٹر سائیکل ایک بنگلے کے باہر کھڑی تھی چونکہ آس پاس کوئی نہیں تھا اسی لئے اس نے اس سنہری موقع کو ہاتھ سے گنوانا مناسب نہ سمجھا۔

لپک کر موٹر سائیکل کے قریب پہنچا اور اسے اسٹینڈ سے اتار کر سڑک کی طرف پیدل ہی بھاگ اٹھا کچھ آگے جا کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا فوجی گاڑیاں قریب تر آتی جا رہی تھیں۔

عمران نے کک لگائی۔ موٹر سائیکل کے انجن نے وفا کی اور خود اُٹھا ہو گیا بس پھر کیا تھا وہ کود کر اوپر بیٹھا اور آندھی کی طرح آگے بڑھ گیا۔

اس وقت سے اسے خود پر تاؤ آ رہا تھا کہ جب حاتم نے اسے تمام معلومات سے آگاہ کر دیا تھا تو اس نے میجر زبیدی کے بنگلے کا جائزہ کیوں نہیں لے لیا۔ لیکن اب تو پچھتانے کے لئے بھی وقت نہیں تھا۔

دفعتاً اس کی نگاہ دائیں ہاتھ کے بنگلے پر پڑی۔ اس نے نمبر پڑھا نمبر تھا ایف ایٹ۔ عمران نے رفتار اور تیز کر دی۔ اگلے بنگلے کا نمبر دیکھ کر اس نے بُرا سا منہ بنایا اور ایک خطرناک موڑ کاٹ کر واپس ہو لیا۔

سامنے فوجی گاڑیاں آتی دکھائی دے رہی تھیں۔
عمران نے موٹر سائیکل ایٹ اینڈ ایف ایٹ بنگلے کی لائن میں موڑ لی۔ یہ راستہ بہت ہی تنگ تھا۔ اور گاڑیوں کے داخلے کے لئے قطعاً غیر مناسب تھا اس لئے اسے قدرے اطمینان ہو گیا کہ گاڑیاں سڑک پر ہی رک گئیں۔
اس تنگ سے راستے پر موٹر سائیکل چلاتے ہوئے عمران ایٹین کے سامنے جا پہنچا۔ مارے خوشی کے اس کے جسم کا رواں رواں کھل اٹھا۔ ابھی تک بنگلے کو گھیرے میں نہیں لیا گیا تھا۔
عمران نے موٹر سائیکل موڑ کر بغلی دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی۔ موٹر سائیکل کی سیٹ پر چڑھ کر وہ اچھلا اور دوسرے ہی لمحے وہ دیوار پر تھا۔ دوسری طرف اترنے میں ایک ہی سیکنڈ کا فاصلہ تھا سو وہ بھی طے ہو گیا۔ اب عمران لپک کر برآمدے میں پہنچ گیا۔ اور پھر اندر۔
اتفاق سے وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تھا۔ سامنے صفدر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور دکھائی دیا۔
عمران کے ذہن میں جولیا کی رپورٹ کا وہ فقرہ گھوم گیا جس میں اس نے اس ریوالور کی ہلاکت خیزیوں کا تذکرہ کیا تھا۔
اس نے صفدر کے ہاتھ سے ریوالور لے کر جیب میں ڈال لیا اور بری طرح چونک اٹھا۔ بنگلے کے سامنے والے حصے کی طرف بھاری بوٹوں کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ عمران نے صفدر کے بازو کو دیکھا۔
خون بہت نکل چکا تھا۔ صفدر کا چہرہ مارے نقاہت کے انتہائی پژمردہ

دکھائی دے رہا تھا اس لئے اس کے ہوش میں آنے کی توقع ہی فضول تھی۔
عمران نے اسے کندھے پر ڈالا اور پھر اس کی نظر میز کے نیچے جھولتے ہوئے ریسیور پر پڑی۔
اتنا وقت کہاں تھا کہ وہ صفدر کی انگلیوں کے بارے میں غور کرتا۔ لہٰذا عمران نے اس خیال کو یہیں ذہن سے جھٹک دیا اور لپک کر باہر برآمدے میں آگیا۔
بنگلے کے دوسرے حصّے کی طرف اب شور بڑھ چکا تھا۔
عمران نے عقبی دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور پھر جیسے ہی اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔
دروازہ باہر سے بند تھا۔
ملٹری پولیس کے آدمیوں نے شاید عقبی دروازے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اگر وہ اس طرف آجاتے تو عمران کی دشواریاں اور بھی بڑھ جاتیں اور پھر تو شاید اس کا بھی فرار ہونا مشکل ہو جاتا۔
صفدر کو ایک ہاتھ سے سنبھال کر عمران غسلخانے کے قریب آگیا۔ وہاں ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پڑی تھی۔ عمران نے اسے دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا۔
دونوں پیر کرسی پر رکھ کر اس نے جست لگائی۔ ایک ہاتھ سے صفدر کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے منڈیر پکڑ لی۔
اچانک بنگلے کے بیرونی دروازے پر چوٹیں پڑنے کی آوازیں سنائی

دینے لگیں ۔ شاید دروازے کو توڑا جا رہا تھا۔

اوپر پہنچتے پہنچتے عمران کا سانس پھول گیا ۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اس طرف کوئی نہیں تھا ۔ عین اسی وقت کسی کی آواز سنائی دی۔

بنگلے کو گھیرے میں لے لو ۔

اسی لمحے عمران نیچے کود گیا ۔ دھڑام ۔ اس کے گرنے کی آواز پیدا ہوئی ۔ عمران نے دیکھا موٹر سائیکل ذرا فاصلے پر کھڑی تھی ۔

وہ پھرتی سے اٹھ کر موٹر سائیکل کی طرف لپکا عین اسی وقت سامنے سے ملٹری پولیس کے تین سپاہی سامنے آ گئے ۔

عمران نے ایک جست لگائی اور واپس پلٹا اور پھر اس کے پیروں کو جیسے پر لگ گئے ۔ رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا ۔ ایک آواز پیچھے سے آئی لیکن عمران کو اتنی فرصت کہاں تھی ۔

ادھر دھائیں دھائیں ۔ دو فائر ہوئے ادھر عمران جو کار تک پہنچ گیا تھا ۔ اچھل کر درختوں کے جھنڈ میں گھس گیا ۔

فائرنگ کی آواز سے کہرام مچ گیا ۔ کوئی چیخ چیخ کر سپاہیوں کو حکم دینے لگا ۔ لیکن عمران پر تو اس وقت دیوانگی سوار تھی وہ جھنڈ میں جا گھا چلا گیا ۔

گولیوں کی آواز سے آس پاس کے بنگلوں میں بھی ہلچل مچ گئی تھی ۔ لیکن وہ تو عمران کے ستارے اچھے تھے کہ وہ عمارتوں کے عقب میں بھاگ رہا تھا ۔ اس طرف باغیچے اور جھاڑیوں وغیرہ کے جھنڈ تھے جن کی مدد سے وہ خاصی

دیر تک طڑی کو دھوکے میں رکھ سکتا تھا۔

عمران کے پاس بہت کم وقت تھا ــــ اس لئے اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ صفدر کو اٹھائے ہوئے وہ سڑک پر نکل آیا۔

اس طرف ابھی کوئی نہیں تھا۔ صرف ایک سپاہی تھا جو فوجی گاڑیوں کے قریب کھڑا ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ آخری بنگلے کے باغیچے کی باڑ کے ساتھ جھکا جھکے وہ ان گاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اور پھر ایک ہی جست میں باڑ کی دوسری طرف سڑک کے کندے آ گرا

عین اسی وقت اس کے سر سے دو گولیاں گزر گئیں۔ عمران کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی ــــ ایک لمحے کی تاخیر اس کی کھوپڑی میں روشندان کھولنے کے لئے کافی تھی۔

فائر چونکہ قریب ہی ہوئے تھے اس لئے نگران سپاہی چونک کر واپس مڑا اور پھر جیسے ہی اس کی نگاہ پڑی وہ چونک اٹھا۔

اس کا ہاتھ ہولسٹر کی طرف بڑھا لیکن عمران اس سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے صفدر کو سامنے کھڑی ہوئی گاڑی میں پھینک دیا اور خود اڑتا ہوا سپاہی کے سامنے پہنچ گیا۔

عمران کی پھرتی نے سپاہی کو بوکھلا دیا اور یہی بوکھلاہٹ اس کے لئے قیامت خیز ثابت ہوئی۔ اس کی کنپٹی پر ایک جچا تلا ہاتھ پڑا اور وہ سنبھلتے سنبھلتے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

بے تحاشہ وزنی بوٹوں کی دھڑ دھڑ سے سارے علاقے میں یوں

سوس ہو رہا تھا جیسے سینکڑوں آدمی بجری کوٹنے میں مصروف ہوں ۔
عمران ایک جست لگا کر اس گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر پہنچ گیا جس میں عفدر پڑا ہوا تھا ۔ اس نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور ایک خطرناک ٹرن کر واپس گیٹ کی طرف روانہ ہو گیا ۔

اس وقت فرار ہونے کے لئے ایک وہی مناسب راستہ تھا ۔

عمران نے جیسے ہی گاڑی موڑی تھی اس کا تعاقب کرنیوالے باڑ کے اس ف پہنچ چکے تھے ۔ انہوں نے گاڑی کو مڑتے دیکھ کر اپنے ہاتھ روک لئے اور رجب ان کی نگاہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی پر پڑی ان کے والوروں کی زبانیں دوبارہ نکل پڑیں لیکن اب کیا تھا ۔ عمران گولیوں پہنچ سے بہت دور جا چکا تھا ۔

صفدر اس وقت بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا ۔

کچھ آگے آکر عمران نے بیک مرر میں دیکھا ۔ فوجی گاڑیاں اس کے پیچھے ل اٹھی تھیں ۔ عمران کے ذہن میں فوراً ایک خدشہ پیدا ہوا لیکن دوسرے لمحے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی ۔

وہ جس گاڑی میں فرار ہوا تھا سائرن اسی میں لگا ہوا تھا ۔ اگر پچھلی یوں میں سے کسی ایک میں بھی سائرن ہوتا تو تعاقب کرنیوالوں سے ضرور کھول دیا ہوتا ۔

گیٹ سے نکلنے کی امید کچھ اور واضح ہو گئی ۔

عمران گاڑی کو اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا ـــــ اب اسے سامنے

گیٹ دکھائی دینے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر آٹومیٹک سائرن کا بٹن
اون کر دیا اور گاڑی کی رفتار میں اضافہ کر دیا۔

گیٹ پر کھڑے ہوئے ملٹری پولیس کے سپاہیوں نے اپنی گاڑی
کو تیزی سے آتے دیکھا تو فوراً گیٹ کھول دیا۔

عمران نے سائرن کی آواز کچھ اور تیز کر دی۔ گاڑی ہوا کے تیز جھو
کی طرح گیٹ سے گزر گئی۔ عمران نے گیٹ سے گزرتے ہی اسٹیرنگ
پوری قوت سے الٹے ہاتھ گھما دیا۔

یہ ایک انتہائی خطرناک موڑ تھا۔ پھر اس قدر تیز رفتار میں اس
موڑ پر مڑنا موت کو دعوت دینا تھا۔ لیکن عمران۔ اب تو یہ غلطی اس
سے سرزد ہو چکی تھی۔

گاڑی تیزی سے الٹے ہاتھ مڑی اور ساتھ ہی بائیں طرف کے
دونوں ٹائروں کے بل چل نکلی۔ دائیں طرف کے پہیے سڑک سے اٹھ گئے
ران نے اسٹیرنگ کو چھوڑ دیا۔ گاڑی الٹتے الٹتے بچی تھی۔
کن ابھی اس کے ستارے گردش میں تھے۔ سامنے سے ایک
خوج ے آتا دکھائی دیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور پھر اسکی نگ
ٹرک ، اگلے پہیوں پر جم گئی۔
ے نے پوری سڑک گھیر رکھی تھی۔
ران بھاگتی ہوئی گاڑی اور ٹرک کا درمیانی فاصلہ تیزی سے
کم ہو تھا۔ بس اسی لمحے ٹرک ڈرائیور کو شاید معاملے کی نزاکت

احساس ہوگیا۔

اس نے تیزی سے ٹرک گھما کر سڑک سے نیچے اتار لیا۔ اب عمران کے لئے سڑک صاف تھی اس نے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر مزید بڑھا دیا۔

آگے ایک اور موڑ تھا۔

عمران نے رفتار قدرے کم کرکے اس موڑ سے گاڑی گھما دی۔ اس نے دائیں طرف گیٹ کی طرف دیکھا۔ اس نے گاڑی گزرنے کے بعد گیٹ دوبارہ بند ہو چکا تھا۔ عمران کے ہونٹ مسکراہٹ سے پھیل گئے تعاقب کرنیوالی گاڑیاں گیٹ کھلنے کے انتظار میں رک رہی تھیں۔ تقریباً آدھ میل جا کر وہ سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف سائیڈوں میں مڑ جاتی تھی۔

عمران چند لمحوں میں وہاں پہنچ گیا اور پھر اس کی گاڑی نسبتاً ویران سڑک پر مڑ گئی۔ یہ سڑک آگے جا کر مین روڈ سے مل جاتی تھی۔

عمران نے سوچا مین روڈ پر پہنچ کر فوجی گاڑی سے جان چھڑانے لگا۔ اس نے سڑک کو ویران دیکھ کر رفتار اور بڑھا دی۔

پانچ منٹ بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گیا۔ اس وقت تک صفدر بھی ہوش میں آ رہا تھا۔ عمران نے گاڑی کو روکنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ اور انتظار کرنے لگا کہ کب صفدر پوری طرح ہوش میں آ جائے۔

سائرن وہ پہلے ہی بند کر چکا تھا۔

مین روڈ پر خاصی ٹریفک تھی۔ عمران اس وقت بڑی محتاط

مگر نوسٹ ڈرائیونگ کر رہا تھا ۔ صفدر تھوڑی دیر کے لئے ہوش میں آیا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کی گردن ڈھلک گئی ۔

عمران نے گاڑی کی رفتار کچھ اور تیز کر دی ۔

اب وہ سیدھا دانش منزل کی طرف جا رہا تھا ۔



اور پھر ——

سر سلطان کی بھاگ دوڑ کے بعد ملٹری کے تمام جرنیلوں کی میٹنگ کال کر لی گئی ۔ خود پریذیڈنٹ اس میٹنگ کی صدارت کرنے والے تھے ۔

اپنی اپنی جگہ ہر جنرل حیران تھا کہ ہنگامی میٹنگ کال کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے ۔ یہاں تک کہ خود پریذیڈنٹ میٹنگ بلانے کی وجہ سے قطعاً لاعلم تھے ۔ انہیں صرف یہ بتایا گیا تھا کہ ایکسٹو کی ایما پر یہ میٹنگ بلائی گئی ہے ۔

سر سلطان کو اس سلسلے میں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے اس سے عمران کو کوئی غرض نہ تھی البتہ اسے یہ دریافت کر کے ضرور خوشی ہوئی کہ ہنگامی میٹنگ کال کر کے رات گیارہ بجے کا وقت طے کر لیا گیا ہے ۔

ابھی ساڑھے دس ہی بجے تھے کہ ملٹری جنرلز کی کاریں کانفرنس ہال پہنچنے لگیں ۔ یہ کانفرنس ہال خاص طور پر ایسی ہی خفیہ میٹنگز کے لئے مخصوص تھا ۔

پونے گیارہ بجے تک تمام جنرلز کانفرنس روم میں پہنچ گئے۔
ایک صدرِ مملکت کی اور دو کرسیاں رحمان صاحب اور سر سلطان کے لئے۔ چوتھی مخصوص کرسی ایکسٹو کے لئے خالی پڑی تھی۔
صدرِ مملکت اور ایکسٹو کے داخلے کے مخصوص دروازے بھی بند پڑے ہوئے تھے۔
کمرے میں بیٹھے ہوئے تمام جنرلز آپس میں میٹنگ کے لئے خیال آرائیاں کر رہے تھے۔ چند ایک کا خیال تھا کہ صدرِ مملکت ہمسایہ ملک کی روز روز کی سرحدی جھڑپوں سے تنگ آ کر اعلان کرنے والے ہیں۔
کچھ ایسے بھی تھے جن کے خیال کے مطابق صدرِ مملکت جنرلز میں سے چند ایک کو ایک طرف سے دوسری جانب منتقل کریں گے
دو ایک ان دونوں باتوں سے اتفاق نہیں کر رہے تھے بلکہ خاموشی سے آنیوالے وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ کب اصل بات سامنے آتی ہے۔
اس مرتبہ کانفرنس ہال کے گرد فوج کا زبردست پہرہ تھا۔ داخلی اور خارجی دروازوں پر آرمی آفیسرز متعین تھے۔
سر سلطان اور رحمان صاحب بھی آ کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے
رحمان صاحب نے جھک کر سر سلطان سے دریافت کیا۔
کیوں سلطان یہ آج کی میٹنگ کال کرنے کی کیا وجہ ہے۔!
معلوم نہیں —— ابھی پتہ چل جائے گا۔

یعنی تمام امور میں دخل اندازی کے باوجود تم میٹنگ کے مقصد سے لاعلم ہو۔ رحمان صاحب کی آواز میں حیرانگی تھی۔

تم یقین کرو رحمان میں واقعی لاعلم ہوں۔!

عجیب بات۔۔ رحمان صاحب بڑبڑا کر خاموش ہو گئے۔

عین اسی وقت پریذیڈنٹ کے لئے مخصوص دروازے کے پٹ کھل گئے۔ میٹنگ شروع ہونے میں چار منٹ باقی تھے۔

صدر مملکت پروقار چال چلتے ہوئے کانفرنس روم میں داخل ہوئے۔

کمرے میں موجود ہر آدمی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔!

صدر مملکت سنجیدگی سے کرسی صدارت پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی حاضرین نے بھی اپنی نشستیں سنبھال لیں۔

کچھ دیر پہلے کی سرگوشیاں اب بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ کمرے میں اس قدر خاموشی تھی کہ سوئی گرا کر اس کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی۔

ٹھیک گیارہ بجے۔

ایکسٹو کے داخلے کا مخصوص دروازہ بے آواز کھلا۔ سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا ایکسٹو اندر داخل ہوا۔

نقاب سے جھانکتی ہوئی آنکھوں سے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔

اور پریذیڈنٹ کی طرف ہلکا سا جھک کر وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میٹنگ کا وقت ہو گیا ہے کارروائی شروع کیجئے مسٹر ایکسٹو

صدر مملکت نے ایکسٹو کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا

ابنشو اپنی سیٹ سے اٹھا۔ اس نے جھک کر پریزیڈنٹ کو تعظیم کی اور حاضرین کی طرف مڑ کر اپنی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں بولنے لگا۔

"ایک ماہ پیشتر ایک ہنگامی میٹنگ میں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ ہمارے خفیہ سرکاری راز کسی ذریعے سے باہر جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بڑی بحث و تمحیص کے بعد غالباً جنرل خالد نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمے لی تھی کہ وہ بہت جلد اس ذریعے کا سراغ لگا کر اس غدار کو گرفتار کر لیں گے!

ان کی طرف سے ابتدائی پندرہ دنوں تک بڑی حوصلہ افزا خبریں موصول ہوتی رہیں۔ کیا جنرل خالد بقیہ پندرہ دنوں کی کارروائی سنا سکیں گے؟"

ایکسٹو نے کمرے میں بیٹھے ہوئے تمام جنرلز کو گھورتے ہوئے ایک جنرل پر نگاہیں گاڑ دیں۔ سب اس کی طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگے۔

"یس مسٹر خالد۔ ایکسٹو کی اس خواہش کو پورا کیا جائے۔" صدرِ مملکت نے جنرل خالد کو اپنی طرف متوجہ کر کے حکم دیا۔

جنرل خالد اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ادھر ادھر دیکھ کر اپنا بیان شروع کیا۔

"مسٹر ایکسٹو۔۔۔ ایک ماہ کی مدت ایسے غداروں کو بے نقاب کرنے کے لئے بہت تھوڑی ہے۔ تاہم میں اپنی مختصر رپورٹ زبانی پیش کرتا ہوں۔

میں نے یہ کیس ایک نئے ایجنٹ کیپٹن حاتم علی کے سپرد کیا تھا۔ یہ ہونہار ایجنٹ بہت تیز ثابت ہوا۔ اس نے ایک ہفتے کے مختصر عرصہ میں دو آدمیوں کو بے نقاب کر دیا۔ اس نے اس سلسلے میں ایک میجر اور اُن کے اردلی کو خفیہ طور پر گرفتار کر لیا اور مجھے کوئی رپورٹ نہیں دی۔

چند دن انتظار کرنے کے بعد میں نے سختی سے باز پرس کی تو اس نے مختصراً ایک رپورٹ مجھے پیش کی۔ میں نے تصدیق کی تو یہ رپورٹ قطعاً جھوٹ ثابت ہوئی۔ میں نے خفیہ طور پر خود کیپٹن حاتم علی کی نگرانی کرائی۔ نتیجے کے طور پر آج شام مجھے حالات کی اصلیت کا علم ہوا۔ خود کیپٹن حاتم علی مجرموں کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔ میجر زیدی اور اس کے اردلی کو پرسوں اس پر شبہ ہوا۔ میجر پر قابو پانے کی کوشش کرنا میجر زیدی اور اس کا اردلی دونوں قتل کر دیئے گئے۔

اوہ ـــــ اس انکشاف پر کمرے میں بیٹھا ہوا ہر آدمی چونک اٹھا خود ایکسٹو نے بھی اظہارِ افسوس کیا۔

جنرل خالد نے پورے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور نسبتاً پژمردہ لہجے میں دوبارہ بولا ـــ

"کیپٹن حاتم علی کے اس اقدام پر میں نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ آج گرفتار ہو جاتا لیکن مجرموں کا گروہ

جو بہت منظم دکھائی دیتا ہے۔ اسے نکال لے جانے میں
کامیاب ہو گیا۔ آج میں نے اپنی ایک رپورٹ ہوم سیکرٹری
کو بھیج دی ہے۔ جس میں میں نے درخواست کی ہے کہ اس کیس
کو سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیا جائے۔
آخر میں اپنی ناکامی کا اظہار کرتے ہوئے انتہائی شرم محسوس کرتا
ہوں ——— آئی ایم رئیلی ویری ساری۔
جنرل خالد کی اس رپورٹ سے کمرے میں سرگوشیاں کا دور شروع ہو گیا۔
خود صدرِ مملکت کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔
ایکسٹو نے حاضرین سے خاموش رہنے کی درخواست کی اور پھر
جنرل خالد سے گویا ہوا۔ مسٹر خالد مجھے افسوس ہے کہ آپ کو ناکامی کا
منہ دیکھنا پڑا۔ آپ نے اس کیس کو سیکرٹ سروس کے حوالے کر کے
بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن جو خفیہ راز دشمن پر واضح ہو چکے
ہیں ان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔
جنرل خالد نے سر جھکا لیا۔
جواب دیجئے مسٹر خالد۔ میں نے آپ سے ایک سوال کیا ہے؟
مجھے افسوس ہے لیکن اس کی تمام ذمہ داری خود مجھ پر عائد ہوتی ہے۔
اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنا استعفیٰ
دیں اور تمام فوجی اعزاز اتار کر یہاں میز پر رکھ دیں۔
جی ——— جنرل خالد یہ سن کر اچھل پڑا۔

کمرے میں موجود تمام جرنلز کے لئے بھی یہ خواہش دھماکہ خیز ثابت ہوئی ۔

کیا آپ کو میری اس خواہش سے کچھ اختلاف ہے ؟ ایکسٹو نے خشک لہجہ میں کہا اور کڑی نگاہوں سے جنرل خالد کو گھورنے لگا ۔

مسٹر ایکسٹو ۔۔۔ آپ یہ کہتے وقت میری سابقہ خدمات کو کیوں بھول رہے ہیں ۔

میں جنرل خالد کی اس بات کی تائید کرتا ہوں ۔ ایک اور جنرل نے اٹھ کر کہا اور پھر یکے بعد دیگرے تین جرنیلوں نے اٹھ کر جنرل خالد کی حمایت کی ۔

خود پریذیڈنٹ نے ایکسٹو سے کہا مسٹر ایکسٹو میرا خیال ہے آپ غلطی پر ہیں ۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ اپنے الفاظ واپس لے لیں ۔

ایکسٹو یہ سن کر عجیب سی ہنسی ہنسا ۔ اس پر کمرے میں کہرام مچ گیا ۔ تمام جرنلز بے طرح احتجاج کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ چند ایک نے زبانی اپنا استعفیٰ بھی پیش کر دیا ۔

یہ صورتحال صدر مملکت کے لئے بڑی تشویشناک ثابت ہوئی ۔ خود مرسلطان اس وقت گھبرائے سے دکھائی دے رہے تھے ۔

شور زیادہ بڑھ گیا ۔۔۔ تو پریذیڈنٹ نے سب کو خاموش رہنے کا حکم دیا لیکن جرنلز بری طرح بپھرے ہوئے تھے ۔

ایکسٹو اپنے الفاظ فوراً واپس لے ورنہ میں بطور احتجاج واک آوٹ کرتا ہوں ۔۔۔ ایک جنرل بھڑک کر چیخا اس کی حمایت میں دو جرنلز

اور بھی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ عین اسی وقت ایکسٹو کی سرد آواز سنائی دی ـــــ گارڈز دروازے بند کر دو۔ کوئی باہر نہیں جاسکتا۔ براہِ کرم سب اپنی اپنی جگہوں پر تشریف رکھیں۔

میٹنگ روم کے تمام دروازے دھڑا دھڑ بند ہو گئے۔ ہر گیٹ میں ایک ایک سیاہ پوش ٹامی گن سنبھالے کھڑا تھا

جرنلز مارے غصے کے پاگل ہو گئے۔ خود پریذیڈنٹ بار بار غرا کر ایکسٹو کو اس غیر ذمہ دارانہ حرکت سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے۔ لیکن ایکسٹو پر تو ایک ہی بھوت سوار تھا۔ جنرل خالد اپنا استعفیٰ دے کر تمام فوجی اعزازات کے نشان اتار کر میز پر رکھ دے۔

خود کو مسلح آدمیوں کو گھیرے میں دیکھ کر جرنلز جس بری طرح چیخ رہے تھے۔ اس سے صدرِ مملکت کو فوجی بغاوت کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

مسٹر ایکسٹو میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ اسی وقت اس غیر دانشمندانہ اقدام کی وجہ بیان کریں۔ اور تم لوگ اپنی ٹامی گنیں فرش پر ڈال دو۔

صدرِ مملکت کے حکم کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ خود ایکسٹو کی طرف بڑھے لیکن عین اسی وقت ٹامی گن کی نال ان کی کمر سے لگ گئی۔

وہ چونک کر رک گئے۔ سر گھما کر اپنے عقب میں دیکھا۔ ایک سیاہ پوش ٹامی گن سنبھالے انہیں کور کیے ہوئے تھا۔ صدرِ مملکت خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

جنرل خالد آپ اپنے اعزازات اتار کر میز پر ڈال دیں۔ اس مرتبہ ایکسٹو کی آواز حد درجہ سرد تھی۔

اس وقت کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ حاضرین میں سے ہر ایک کینہ توز نگاہوں سے ایکسٹو کو گھور رہا تھا۔

ٹھیک ہے مسٹر ایکسٹو میں اپنا استعفیٰ پیش کرتا ہوں اور اپنے تمام فوجی اعزازات اتارنے کے لئے تیار ہوں۔

جنرل خالد کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھا اور کمرے کے درمیان رکھی ہوئی میز کے قریب کھڑا ہو گیا۔

اس نے اپنا ریوالور کھولا اور اسے گولیوں سے خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ یکے بعد دیگرے اپنے تمغے اور رینک اتار کر میز پر ڈال دیئے۔

اور کچھ مسٹر ایکسٹو ۔۔! جنرل خالد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور یہ ہاتھ اٹھا کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو۔!

کیا ۔۔؟ جنرل خالد چونک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

ہاں مسٹر کیرا شولا تم پہچان لئے گئے ہو ۔!

کمرے میں موجود ہر ایک کو جیسے سانپ سونگھ گیا ۔۔ ہر کوئی خاموشی سے آنکھیں اور منہ پھاڑے اس ناقابل یقین منظر کو دیکھ رہا تھا ۔۔

تم ہر طرف سے گھرے ہوئے ہو غیر ملکی کتے۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔

جنرل خالد پیچھے ہٹتا ہوا اچانک رکا اب اسکے ہاتھ میں ایک خنجر چمک رہا تھا اور پھر کمرے میں کئی چیخیں سنائی دیں۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر

کمرے کے اس حصے میں جھپکا تھا جہاں ایکسٹو کھڑا تھا۔

ایکسٹو اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر پلک جھپکتے ہی وہ اس جگہ کو چھوڑ چکا تھا۔ خنجر دیوار سے جا ٹکرایا اور فرش پر گر گیا۔

ایکسٹو کو اپنے خنجر کی زد سے بچتے دیکھ کر جنرل خالد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ تک ۔۔ کون ۔۔ کیا تم وہی احمق ہو ۔۔!

احمق ہو گے تم خود ۔۔ تمہارا باپ ۔۔ ایک ناگوار سی آواز آئی اور سب کی نگاہیں ادھر اٹھ گئیں ۔۔ سر سلطان اور رحمان صاحب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ خود پریزیڈنٹ اس نوجوان کو دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

وہ ایک دروازے کے سامنے ۔۔ سیاہ لبادہ اوڑھے کھڑا تھا۔ جنرل خالد کے پکارتے ہی اس نے اپنا لبادہ اتار پھینکا تھا۔

عمران ۔۔ رحمان صاحب نے چونک کر سر سلطان کی طرف دیکھا۔

ہاں ۔۔ یہ عمران ہی ہے ۔۔! سر سلطان دھیرے سے مسکرائے۔

عمران پر نگاہ پڑتے ہی جنرل خالد پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اس نے پے در پے کئی خنجر اپنے فوجی کوٹ کی جیبوں سے نکال کر عمران کی طرف پھینکے۔

کمرے میں موجود ہر آدمی عمران کی پھرتی پر عش عش کر اٹھا۔

خدا کے لئے اب تو ہاتھ اٹھا دو ۔۔ عمران نے جیب سے کوئی چیز نکال کر ہاتھ میں لے لی اور کئی جرنیلوں کے حلق سے بے ساختہ قہقہے نکل گئے۔

عمران کے ہاتھ میں ایک ٹیبل اسپون پکڑا ہوا تھا۔ قہقہوں کی آواز سن کر اس نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا اور پھر جھینپنے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے عمران نے چمچہ جیب میں ڈال لیا۔

اب اس کے ہاتھ میں واقعی ایک ریوالور چمک رہا تھا۔ ریوالور پہ نگاہ پڑتے ہی جنرل خالد نے تڑپ کر ایک اور خنجر نکالا لیکن اس خنجر کا حشر بھی مختلف نہ ہوا۔ عمران اب اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے ریوالور دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

جنرل خالد اچھل کر عمران کی طرف لپکا۔ عمران سامنے سے ہٹ گیا۔ جنرل اپنی ہی جھونک میں آگے بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے ہی لپکا اور پھر اس کی نگاہ رحمان صاحب پر پڑی۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

ہم ماروں ڈیڈی ۔۔! عمران نے اجازت طلب نگاہوں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھا۔ رحمان صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔ انہیں مسکراتے دیکھ کر عمران خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ لپک کر آگے بڑھا اور پھر جنرل خالد کے جبڑے پہ ایک جٹانی گھونسہ پڑا۔ جنرل گھونسہ کھا کر چند قدم لڑکھڑایا۔ لیکن جلد ہی سنبھل گیا۔ اس نے سنبھل کر اپنا بایاں ہاتھ گھمایا۔ عمران جلدی سے نیچے بیٹھ گیا۔

جنرل کا ہاتھ اس کے سر سے اوپر گھوم گیا عمران نے نیچے بیٹھے بیٹھے اطمینان سے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ جنرل پیٹھ کے بل فرش پر آ رہا۔ عمران نے چند زبردست گھونسوں سے اسے بے حال کر دیا۔ جنرل

ھی اور عمران کی طرف بڑھی

ی وقت کیرا سٹولا نے تھوڑا

ے روشندان کی طرف

تھا - اس لیے دونوں

ڈال دیا - کیرا سٹولا کا

ن پر گر گیا - کیرا سٹولا دو

ات بیکار -

سنادی - کیرا سٹولا نے

بل فرش پر گرا اور اتفاق سے اس کا منہ فرش پر پڑے ہوئے اس پسیٹ پر پڑا جو اس کی ریوالور کی نال سے نکلا تھا ۔

کیرا شولا نے ایک بھیانک چیخ ماری ۔

نہیں ـــــ نہیں ـــــ میں مرنا نہیں چاہتا ۔ نہیں ۔ میں ۔ میں اس حربے میں نہیں مرتا ۔ مرتا ۔ نہیں مرتا ـــــ اخ ۔ خ ۔ وہ ۔

عمران نے دونوں ریوالور اٹھا لئے ۔

ہذیان بکتے بکتے کیرا شولا پیٹھ کے بل فرش پر لیٹ گیا ۔ دو ایک بار ایڑیاں رگڑیں اور پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا ۔

میٹنگ روم میں موجود ہر آدمی کی نگاہ کیرا شولا کے چہرے پر جمی ہوئی تھی ۔ جہاں انہیں بے شمار سی چیونٹیاں رینگتی دکھائی دے رہی تھیں ۔

یہ چیونٹیاں کچھ دیر دکھائی دیں اور پھر غائب ہو گئیں ۔

کمرے میں کئی آوازیں گونج اٹھیں ـــــ جیسے کئی آدمی مارے حیرت کے چیخ اٹھے ہوں ۔ کیرا شولا کے چہرے پر سینکڑوں باریک باریک سوراخ نمودار ہو گئے تھے ۔

ایکسٹو نے آگے بڑھ کر کیرا شولا کے چہرے پر ایک کپڑا ڈال دیا ۔



دوسرے دن سیکرٹ سروس کے تمام ممبرز جولیا کے فلیٹ میں جمع تھے۔ عمران اپنے ساتھ حاتم کو بھی لے آیا تھا ـــ اور اس وقت وہ دونوں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔

جولیا نے گھڑی پر وقت دیکھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

چند لمحوں بعد ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی ـ تم لوگ اس کیس کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو گئے ـ دراصل یہ کیس ملٹری انٹیلیجنس سے تعلق رکھتا ہے اور اس سلسلے میں کیپٹن حاتم علی نے فقیدالمثال کارنامے سرانجام دیئے ہیں ـ

اس کیس کا مکمل حال تم لوگ خود کیپٹن حاتم علی کی زبانی سن چکے ہو گے۔ لہذا اگر کوئی بات واضح نہ ہوئی ہو تو آپ لوگ مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں۔

آپ نے درست فرمایا ہے جناب ـــ کیپٹن حاتم علی ہمیں سارا حال سنا چکے ہیں ـ ہم صرف اس عجیب وغریب ریوالور کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جولیا نے ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

آپ اس ریوالور کو اسٹنگ پسٹل کہہ سکتے ہیں ـ میں نے ڈاکٹر ٹامس کی لیبارٹری میں اس عجیب وغریب پیسٹ کو ٹسٹ کروایا ہے ـ آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ وہ لئی دراصل انسانی خون کو گاڑھا کر کے تیار کی گئی ہے۔

انسانی خون ـــــ سب حیرت سے بول اٹھے۔

یس ـ کیرا شولا نے وہ جونکیں نہ جانے کہاں سے حاصل کی تھیں ـ بہرطور یہ انتہائی خطرناک جونکیں تھیں ـــ انہیں تم لوگ آدمخور جونکوں

کے نام سے پکار سکتے ہو۔ یہ افریقہ کے انتہائی تاریک جنگلوں کی دلدل میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ سوئی جتنی باریک اور جسامت میں بہت ہی مختصر ہوتی ہیں۔

کیرا شولا کی مہارت یہی ہے کہ اس نے انہیں زندہ رکھ کر پستول میں استعمال کر لیا . . . .

ان جونکوں میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ انسانی گوشت کھاتی ہوئی سیدھی جسم میں گھستی چلی جاتی ہیں اور پھر جیسے ہی ان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ ختم ہو جاتی ہیں۔

کیرا شولا انہیں گاڑھے انسانی خون کی لئی کے سہارے زندہ رکھتا تھا۔ محض خون سے یہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہ جاتی ہیں۔

خون کی یہ جونکوں والی لئی جب انسان کے چہرے پر پڑتی ہے تو جونکیں فوراً چہرے کے گوشت کو کھاتی ہوئی اندر گھس جاتی ہیں۔

کیرا شولا نے اس خونی لئی میں انسانی جسم میں خون کے دباؤ کو یکدم بڑھانے والی دوا ملا دی۔ جونکوں کے اندر گھسنے سے انسانی ذہن پر جو ردِ عمل ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ خون کا دباؤ بڑھانے والی دوا ایسی ۔

ختم شد